MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

لاھور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 22

شمارہ نمبر 01

مئی 2021ء، رمضان المبارک/شوال المکرم 1442ھ

WWW.MIRRAT.COM

اس شمارے میں:

- مغرب کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کے اسباب اور ان کا سدِ باب
- شکر کا قرآنی فلسفہ اور نعمتِ خداداد پاکستان
- اسلامی شعار کا تقدس و تحفظ
- رسالہ مخزن المعانی در تصنیفاتِ سلطانی
- برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ اور قومی افتخار

اور دیگر تحقیقی و تجزیاتی مضامین

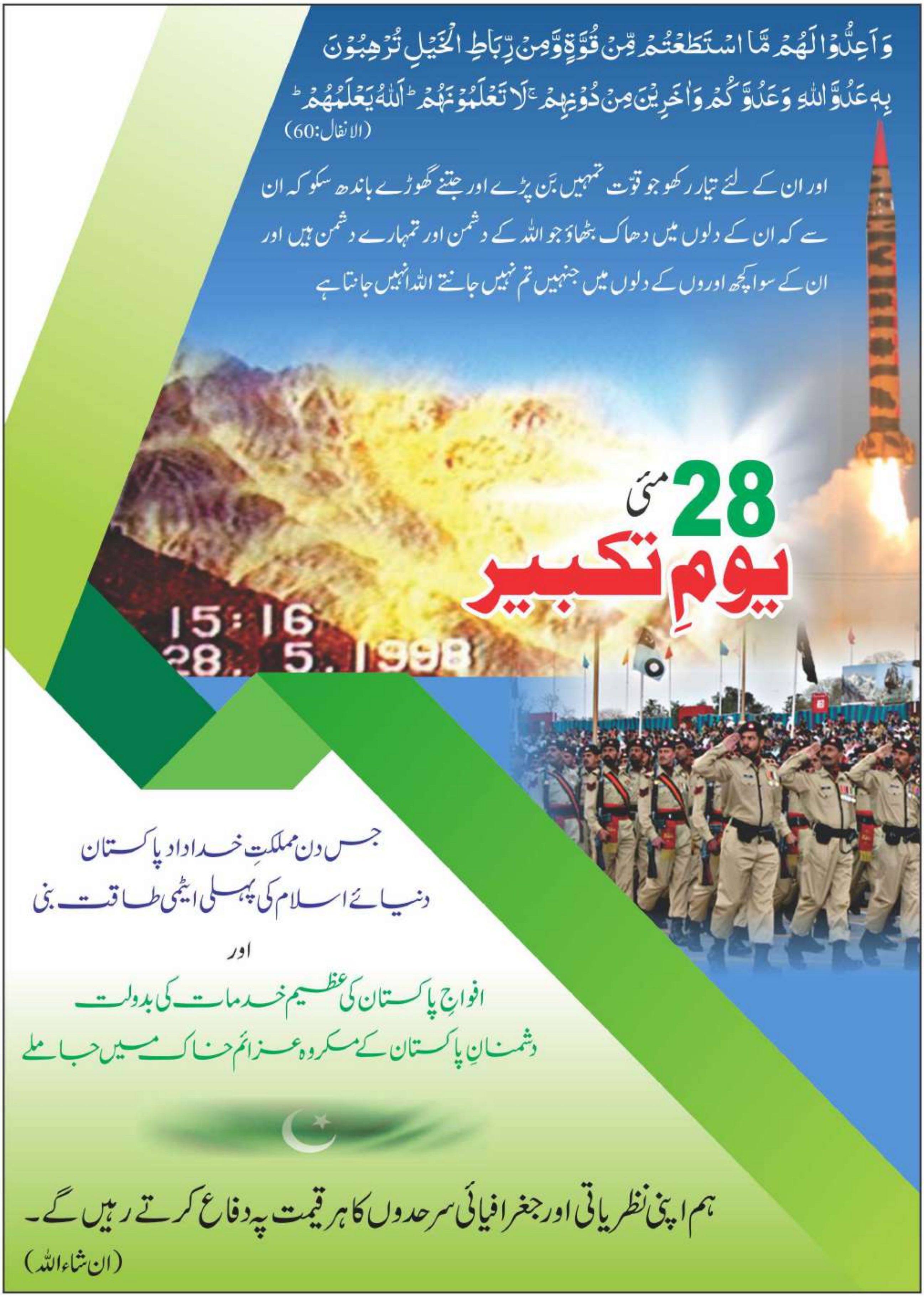

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا اکیسواں سال
MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور
مئی 2021ء، رمضان المبارک / شوال المکرم 1442ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب سروری قادری

چیف ایڈیٹر
صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر
طارق اسمٰعیل ساگر

ایڈیٹوریل بورڈ
سجاد علی چوہدری
محمد افضل عباس خان ● محمد سیف الرحمٰن

آرٹ ایڈیٹر
محمد احمد رضا ● واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھوکی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	مغرب کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کے اسباب اور ان کا سدِباب	ڈاکٹر حبیب الرحمٰن	5
4	جمہوریہ آذربائیجان	محمد محبوب	10
	صلائے عام		
5	شکر کا قرآنی فلسفہ اور نعمتِ خداداد پاکستان	صاحبزادہ سلطان احمد علی	13
	تربیت و تذکرہ		
6	اسلامی شعار کا تقدس وتحفظ	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	22
7	سیدنا عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہما)	مفتی محمد شیر القادری	28
	باھو شناسی		
8	رسالہ ’’مخزن المعانی در تصنیفاتِ سلطانی‘‘	لئیق احمد	34
9	شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
10	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
40 روپے	50 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 480 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بند روڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکورڈ روڈ لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"

"اور یہ نبی (ﷺ) غیب بتانے میں بخیل نہیں"۔

(التکویر:24)

"حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات (ﷺ) نے ہمارے درمیان قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزل میں داخل ہونے کی خبر دی اور (روایت فرماتے ہیں) یاد رکھا اس کو جس نے اس کو یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعہ)

سرِّ سبحانی محبوبِ ربانی غوث الاعظم محی الدین
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
فرمان

"بعض وہ ہیں جو اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ دنیا سے الگ تھلگ ہیں اور بعض وہ ہیں جو باطنی طور پر دنیا سے قطع تعلق کئے ہوتے ہیں اور ظاہر میں دولت والے ہیں ان کے باطن پر دنیا کا ذرہ سا بھی اثر نہیں دکھائی دیتا، دلوں کی صفائی والے ہی اس پر قدرت رکھتے ہیں اور ایسوں ہی کو خلقت کی سلطنت عطا کر دی جاتی ہے۔یہی فرد بہادر و بے باک ہے، بہادر وہی ہے جس نے ماسوی اللہ سے اپنے دل کو پاک کیا اور اللہ کے دروازے پہ توحید و شرع کی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا۔ مخلوقات میں سے کسی کو اپنے دل کی طرف آنے کی اجازت نہیں دیتا، مقلب القلوب اس کے دل میں جلوہ فرما ہے۔شرع اس کے ظاہر کو مہذب کرتی ہے، توحید و معرفت اس کے باطن کو تہذیب سکھاتے ہیں اور علمِ الٰہی اس کے ظاہر و باطن پر اسرار کا اظہار کرتا ہے"۔

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین
حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ
فرمان

بوہتی میں اوگن ہاری لاج پئی گل اسدے ھو
پڑھ پڑھ علم کریہن تکبر شیطان جیہے اوتھے مسدے ھو
لکھاں نوں بھو دوزخ والا ہک نت بہشتوں رسدے ھو
عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باھو اگے محبوباں دے کسدے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ہماری بنیاد کی چٹان اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام اور صرف اسلام ہے۔ذات پات کیا، شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ہم ایک ہیں اور ہمیں بحیثیت ایک متحد قوم ہی کے آگے بڑھنا ہے۔صرف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم رکھ سکیں گے۔ہمارے لیے صرف اسلام ہی کافی و شافی ہے"۔

(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس منعقدہ 19 مارچ 1944ء سے خطاب)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تو، تو بے حضور نہیں

(بالِ جبریل)

برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ اور قومی افتخار

قوموں کی ترقی کا دارومدار ان کی تاریخ پر ہوتا ہے جس میں روایات، تہذیب و تمدن اور علمی و ادبی اور ثقافتی ورثہ شامل ہے- اپنی تاریخ پہ افتخار کرنے والی قوم اقوامِ عالم میں سربلندی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے جبکہ اپنی تاریخ پہ شرمندہ اور نادم اقوام کے حصے میں بالآخر نفسیاتی غلامی ہی آتی ہے-

برصغیر پاک و ہند میں مسلم دورِ حکومت کے متعلق ہمیں اپنے موجودہ علمی تناظر میں بالعموم زیادہ حوصلہ افزا حقائق سننے کو نہیں ملتے- لیکن جب تاریخ کے چھپے گوشوں سے پردہ فاش ہوتا ہے تو ایسی شاہکار تصویر دکھائی دیتی ہے جس پہ ہر مسلمان فخر کر سکتا ہے- چاہے معیشت و تجارت ہو، فنونِ لطیفہ کی بات ہو، تہذیب و ثقافت ہو، فنِ تعمیر ہو، روحانی و اخلاقی اقدار ہوں یا ادب کی تخلیق ہو، ہر شعبہ میں جنوبی ایشیاء کا مسلم دورِ حکمرانی اپنے دور کے بہترین خطوں میں سے محسوس ہوتا ہے-

برصغیر میں مسلم حکمرانوں کے دور میں بننے والے فنِ تعمیر کے عظیم شاہکار میں غزنوی محل، قطب مینار، جامع مسجد قوت الاسلام، اجمیر شریف میں اڑھائی دن کی مسجد، لودھی باغ دہلی، بڑا گنبد اور شیشہ گنبد مساجد، سلطان بلبن کا مقبرہ، علائی دروازہ، مقبرہ شاہ رکن عالمؒ اور اس طرح کی بیسیوں عمارات شامل ہیں، یہ سب دنیا میں کسی بھی قوم کے ثقافتی ورثہ سے کم نہیں ہیں-

مغل دور میں تعمیر ہونے والی عمارتیں نہ صرف شان و شوکت کا اظہار ہیں بلکہ علم دوستی اور فنی ترقی کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں مثلاً کابلی باغ مسجد، استاد شاگرد کے مقبرے، جامع مسجد قلعہ کہنہ، قاسم باغ، عام خاص باغ ملتان، زینت المسجد دہلی، اجمیر فورٹ، اونچی مسجد لاہور، بادشاہی مسجد لاہور، مسجد جہان نامہ، تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، پری محل سری نگر، آگرہ فورٹ، مقبرہ ہمایوں بادشاہ، فتح پور سکری میں اکبر کے دور میں تعمیر ہونے والی جامع مسجد، مزار سلیم چشتی، بلند دروازہ، پنج محل، ہرن منار، دیوانِ خاص، الہ آباد فورٹ، اکبری فورٹ، مقبرہ اعتماد الدولہ، تاج المسجد بھوپال اور خسرو باغ ایسے شاہکار ہیں جن کی مثال پوری دنیا میں تلاش کرنا مشکل ہے-

اسی طرح معیشت اور انڈسٹری میں بھی بہت زیادہ ترقی دیکھنے کو ملتی ہے جس کے نتیجے میں مقامی اور بین الاقوامی تجارت میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا- مشہور مؤرخ انگس میڈیسن کے مطابق ایک وقت برصغیر کی مجموعی جی ڈی پی پوری دنیا کی کُل جی ڈی پی کا 24.4 فیصد تھی جو کہ اس وقت پورے یورپ کی کل جی ڈی پی (23.3 فیصد) سے بھی زیادہ ہے- مغل دور میں بحری جہاز سازی کی انڈسٹری اپنے عروج پہ پہنچی اور صرف صوبہ بنگال میں بائیس لاکھ ٹن سے زائد پیداوار ہوتی تھی جو برطانیہ، ڈچ اور شمالی امریکہ کی کُل پیداوار (بالترتیب تین لاکھ چالیس ہزار ٹن، ساڑھے چار سے ساڑھے پانچ لاکھ ٹن اور دو لاکھ تیس ہزار ٹن) سے کہیں زیادہ تھی-

مسلم دورِ حکمرانی میں ہی ”Indo-Persian Painting Style“ میں ترقی ہوئی اور کلامِ امیر خسرو، فردوسی کا شاہنامہ، بوستانِ سعدی، نعمت نامہ جیسی کتب کو پینٹنگز کے ساتھ پیش کیا گیا- اسی طرح اردو اور فارسی ادب میں بہت زیادہ ترقی دیکھنے کو ملتی ہے اور بہت سی نابغۂ روزگار شخصیات نے اپنے قلم سے ایسے ادبی شاہکار تخلیق کیے جو آج تک اپنی مثال آپ ہیں- ان میں میرزا عبد القادر بیدل، میر تقی میر، مرزا غالب، فیضی، عرفی، نذیری، ابو الفضل، میر درد، سودا، ذوق، غنی کاشمیری، امیر خسرو جیسی عظیم ادبی شخصیات کے کام شامل ہیں- نیز ادب، اخلاقیات اور روحانی حوالے سے صوفیائے کرام کی خدمات بے مثل ہیں- مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، لعل شہباز قلندر، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت عبد اللہ شاہ غازیؒ، حضرت عثمان علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ، غوث بہاو الدین زکریاؒ، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عنایت قادریؒ، حضرت سید عبد الرحمن دہلویؒ اور حضرت سلطان باھوؒ- ان بزرگانِ دین نے اپنی خدمات سے تمام تر معاشرتی اور نسلی تفریق کو مٹا کر انسانیت کی بنیاد پر مخلوق کو خالق سے ملانے کے لیے جد و جہد کی جس نے صدیوں تک پُر امن معاشرے کے قیام کو یقینی بنایا-

ان تمام تر حقائق کے باوجود یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس دور کے ثقافتی و علمی ورثے کو مجرمانہ غفلت کے ذریعے سے فراموش کیا جا رہا ہے- اس کے برعکس اگر ہم دنیا کے دیگر خطوں میں دیکھیں تو وہاں بہت معمولی ورثے کو بھی آئیڈیل کے طور پہ پیش کیا جاتا ہے اور اس طرح مبالغہ آرائی کی جاتی ہے کہ گویا پوری دنیا میں اس سے بڑھ کے نہ کوئی اور تہذیب اور نہ کوئی ثقافت ہے اور یہی امر اپنی تاریخ سے ناواقف قوم کیلئے احساسِ کمتری اور نفسیاتی غلامی کو جنم دیتا ہے-

ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل کو اپنی صحیح تاریخ سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ اپنی تاریخ پہ فخر کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کو بتا سکیں کہ معیشت، تجارت، تہذیب و ثقافت، فنِ تعمیر، ادب، بین المذاہب ہم آہنگی اور زندگی کے دیگر شعبہ جات میں برصغیر کا مسلم دورِ حکومت اپنی مثال آپ ہے-

مغرب کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کے اسباب اور ان کا سدِ باب

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

آج ہر پڑھا لکھا اور باشعور مسلمان جس کا تعلق کسی مسلم یا غیر مسلم ملک سے ہے وہ اپنے آپ اور دوسروں سے یہ سوال کرتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے کہ ہم اپنی بھرپور تاریخ و تہذیب اور وسائل و ذرائع رکھنے کے باوجود قومی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر غربت و افلاس کا شکار اور معاشی سطح پر تنزلی اور علمی طور پر پسماندگی کا شکار ہیں- اگرچہ کہ اِس سوال کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں لیکن ذیل میں چند اہم نکات کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے تاکہ تیسری دنیا بالعموم اور مسلم ممالک بالخصوص اس تجزیاتی مطالعہ کے نتائج سے مستفید ہو کر اپنے وسائل کا رخ ان خاص امور کی طرف موڑنے کی کوشش کریں جو آج بھی کسی قوم کے عروج اور ترقی کا یقینی ذریعہ بن سکتے ہیں-

مغرب کی حکومتوں، جامعات، تنظیمات، جمعیات (Organizations) اہل علم و فن، سیاست دانوں، مفکروں، مدبروں اور دانشوروں نے گزشتہ تین صدیوں سے اپنے جملہ وسائل نہایت منظّم اور شفاف انداز سے مسلسل اور مستقل مزاجی کی بنیاد پر تحقیق کی نذر کر دیے ہیں- ہر وزارت، ادارے، یونیورسٹی اور کمپنی کے ساتھ ریسرچ سینٹر، ریسرچ لیب، تشخیصی مرکز کا قیام وہ انقلابی کام تھا جس نے مغرب کو سوئی سے لے کر راکٹ تک ہر چیز خود ایجاد کرنے اور پھر اسے تجارتی بنیادوں پر اپنے شرائط کے ساتھ دنیا بھر میں بیچنے اور اس کے ذریعے سے کھربوں ڈالر کمانے میں مدد دی-

اس کے برعکس گزشتہ 200 سال میں مسلمان ممالک کے جملہ وسائل یا تو اندرونی و بیرونی فتنوں کی سرکوبی میں صرف ہوئے یا پھر بڑے پیمانے پر مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کا سارا زور اپنے اللّوں تلّلوں، عیاشیوں اور بدمعاشیوں یا پھر طاؤس و رُباب کی خدمت پر رہا- باقی ماندہ وسائل ان حاکموں نے اپنی حکمرانی کے استحکام کیلئے غیر ضروری خفیہ ایجنسیوں کے قیام پر لگا ڈالے- انہوں نے اپنی رعایا کو تحقیق تو دور کی بات ہے، علم اور تعلیم کی راہوں پر آنے ہی نہیں دیا تاکہ وہ جاہلوں کے غول اور نادانوں کی بھیڑ پر اپنی خرمستیوں کے باوجود آزادانہ حکمرانی کر سکیں- اپنی رعایا کو جاہل رکھنے کی وجہ یہ بھی رہی کہ جاہل ظلم سہتا، تکلیف برداشت کرتا اور دکھ جھیلتا ہے لیکن خاموش رہتا ہے اور سوال نہیں کرتا کہ آخر یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے؟ جبکہ تعلیم یافتہ افراد ہر مسئلے پر سوال کرنا اپنی بنیادی حق سمجھتے ہیں- دنیا کے معاملات سے بے خبر اپنے آباء واجداد کی عظمتوں میں کھوئے ہوئے اور اپنے لوگوں کے مقابلے میں احساس برتری میں مبتلا ناداں اور ظالم مسلمان حکمرانوں کے لئے جہالت کا اندھیرا کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہا- وہ اگر کسی چیز سے خوف زدہ تھے تو وہ علم کا نور اور تعلیم کا سویرا تھا جس کی روشنی انسان کو کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ اور کب؟ کی شاہِ کلید تک لے جاتی ہے جو ایجاد و اکتشاف کے ہر قُفل کو بوقت ضرورت کھول کر رکھ دیتی ہے-

ان حکمرانوں نے اپنی اور اپنے خانوادوں کی ترقی کو ہمیشہ مقدم رکھا جبکہ اپنے اقوام کی ترقی اور بھلائی ہمیشہ ان کی آنکھ میں کھٹکتی رہی- وہ پڑھ کر سوچنے، غور و فکر کرنے اور تعمیر اور ترقی کی باتیں کرنے والوں کو اپنا سیاسی رقیب اور جماعتی حریف سمجھتے رہے- اِس دوران مسلم اُمت کو جادۂ تحقیق پر گامزن کرنے کے بجائے ہر اس شخص اور ادارے کی راہ میں جان بوجھ

کر رکاوٹیں کھڑی کرنے کی براہ راست یا بالواسطہ کوششیں کی گئیں جس نے اُمت کو ترقی اور تعمیر سے ہمکنار کرنے کا کوئی منصوبہ پیش کرنے کی کوشش کی- مسلمان حکمرانوں کی طرف سے کبھی بھی خود معیاری، تعلیمی و تحقیقی درسگاہوں اور اداروں کے قیام کا کوئی منظم منصوبہ آئندہ 100 اور 200 سال کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر پیش نہیں کیا گیا البتہ اپنی اولادوں کو مسلمان حکمرانوں اور امراء نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے نام پر مغرب کی درسگاہوں کی گود میں ڈال دیا جہاں انہوں نے الحاد اور بے دینی کے خوراک سے پرورش پائی اور مغرب کے اخلاق و کردار کا مجسمہ اور ان کی معاشرت کی نقالی کرتے ہوئے خود اپنی تہذیبی عظمتوں، تاریخی رفعتوں، مذہبی اقدار، روحانی آدرشوں سے تہی دامن ہو کر ہر بات اور معاملہ میں مغرب کی عظمت کے گن گانا اپنا وظیفہ سمجھ لیا- ان بدبخت حکمرانوں نے پوری دنیا میں اپنی اپنی اقوام کو اجڑے ہوئے اسکول، ویران کالج، ضروری ساز وسامان سے تہی دامن جامعات کے نام پر عمارتیں بنا کر ضرور دیں لیکن ان اداروں کا مقصد اپنی اقوام کو اعلیٰ تعلیم کے نام پر بیوقوف بنانا یا ان کی اولادوں کو ان سرکاری اداروں میں پڑھا کر سرکار کی نوکری یا پھر بابوگیری کے لئے ڈگری کے نام پر کاغذ کے چند پُرزے دینا رہا ہے-

مغرب کی ترقی کا دوسرا سبب اہل مغرب کی پیدائشی و اضافی ذہانت و ذکاوت نہیں ہے بلکہ ان کی سیاسی و قومی قیادت کے دوررس نتائج پر مبنی وہ منظّم اور مربوط پالیسی کے تسلسل پر مبنی جو اقدامات ہیں جن کے ذریعے ہر انسان نے جو کچھ نہ کچھ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا مناسب ماحول اور وسائل کی دستیابی کی وجہ سے اس کا کچھ بھی بڑی ایجاد میں بدل گیا-

جبکہ اسلامی دنیا میں تمام تر ذہانت اور اختراعی ذہن کی موجودگی کے باوجود سیاسی قیادت اور حکمرانوں کی تحقیق، تحقیقی اداروں اور تحقیق کاروں کے معاملات سے ہمیشہ عدم دلچسپی کا خمیازہ اُمتِ مسلمہ نے یہ بھگتا ہے کہ اداراتی سطح پر جن تحقیق کاروں نے ایجادات کیں، وقتی و لفظی تحسین پر اکتفا کر کے ان تحقیق کاروں کی محنت شاقہ اور مسلسل جد و جہد کو اپنی جہالت کے سمندر میں غرقاب کر دیا- اہلِ علم و تحقیق کے ساتھ اکثر اوقات تلخ رویہ اختیار کیا گیا یا اُن کے کام میں جان بوجھ کر روڑے اٹکائے گئے اور اُن کی محنت اور ایجاد کو بیوروکریسی کے سرخ فیتے کی نذر کر دیا گیا جس سے وہ بالآخر مجبور ہو کر ملک سے رختِ سفر باندھ کر کسی ترقی یافتہ ملک میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے جہاں ملٹی نیشنل کمپنیوں نے منہ مانگی قیمت کے عوض ان کی قیمتی ایجادات کو حقوقِ ملکیت کے ساتھ خرید لیا - حالانکہ یہی وہ ایجادات تھیں جنہیں کچھ عرصہ کے بعد ملٹی نیشنل کمپنیوں نے اپنا لیبل لگا کر پوری دنیا میں اربوں ڈالر کے عوض بیچ ڈالا اور پھر منافع کا نا ختم ہونے والا وہ سلسلہ شروع ہوا جس کے بل بوتے پر ہزاروں فرنچائزز لاکھوں ورکرز کی نوکریاں اور پھر متعلقّہ حکومتوں کو ان ایجادات کی فروخت سے حاصل شدہ منافع کی مد میں غیر معمولی رقوم کی ادائیگیاں ٹیکس وغیرہ کے نام پر کی گئیں. مسلمان ممالک کے حکمران اس وقت تھوڑی سے توجہ اور کچھ وسائل کا رُخ اِن محققین کی تحقیقات اور رایجادات کے فروغ کی طرف موڑ دیتے تو صرف ایک ہی ایجاد سے وہ مسلسل اربوں ڈالر کا زرِ مبادلہ سالانہ بنیاد پر حاصل کر رہے ہوتے اور اِنہی ایجادات کی بنیاد پر لگائی ہوئی صنعتیں لاکھوں مسلمان اہلِ وطن کے روزگار کا سبب بن جاتیں- اس کے ساتھ ساتھ عالمی طور پر کئی ممالک میں آپ کی فرنچائز کا قیام عمل میں آ جاتا اور اسلامی ممالک کو عالمی مالیاتی اداروں سے اپنے چھوٹے چھوٹے منصوبوں کیلئے اُونچی شرح سود پر اربوں ڈالر لے کر پورے ملک کو گروی اور قوم کے بچے بچے کو مقروض بنانے کی نوبت نہ آتی-

یہ تو ہمارے مسلمان ملکوں کے نااہل بلکہ جاہل حکمرانوں کی جہالت کا ایک رُخ تھا جبکہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ چوٹی

کے مسلمان سائنسدان جو اپنے اپنے ملکوں کو اپنے اپنے شعبہ جات میں اعلیٰ مقام و مرتبہ اور خُود کفالت دلوا سکتے تھے، اُن کو کسی الزام کے تحت خود مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں جھوٹے الزامات میں پس زندان کر دیا یا پھر ان کو عالمی استعماری وصیہونی گماشتوں کے ذریعے اغواء یا قتل کروا دیا گیا تاکہ مظلوم امت مسلمہ کے ساتھ استعماری مغرب کا کھلواڑ جاری رہ سکے-

مغرب نے اپنے ہاں ایسا نظام تعلیم مرتب کیا کہ طلباء چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے بھی تحقیق کے عمل سے گزرنے پر ویسے ہی اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں جس طرح سمندر سے گوہر تلاش کرنے کیلئے ماہر تیراک تیرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے -ہر طالب علم جو ڈگری کے حصول کا طلب گار ہو اسے کچھ نیا بنانا، دکھانا، بتانا یا پیش کرنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ہر شعبے میں پڑھنے والے طلباء نظری ابحاث سے کم جبکہ عملی انسانی مسائل، وسائل اور ضروریات کو ٹھوس دلائل، عملی اقدامات تجرباتی اساس اور مشاہداتی واقعات کی بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے طالب علم کتابوں کی سطور سے علم کو مقتبس ضرور کرتا ہے لیکن اس کی پیش کش مسائل کے حل کی سنجیدہ اور عملی کوشش ہوا کرتی ہے-یہی سنجیدگی طالب علم کو کچھ نہ کچھ نیا کرنے یا نیا بنانے پر آمادہ کئے رکھتی ہے- چنانچہ مغربی نظام تعلیم میں ضرورت محتاجی کا نام نہیں رہ پاتیں بلکہ ضرورت ایجاد کی ماں بن جاتی ہے-

جبکہ اس کے مقابلے میں امت مسلمہ بالعموم اور پاکستان بالخصوص آج تک اپنا یکساں نظام تعلیم نہیں بنا سکی- مسلمان ممالک کا نظام تعلیم چوں چوں کا مربہ ہے جس میں ایک حصہ کسی ایک ملک سے سرقہ شدہ دوسرا حصہ کسی دوسرے ملک سے مستعار لیا ہوا اور تیسرا حصہ کسی تیسرے ملک کے نظام تعلیم سے بغیر کسی نظریاتی یا فکری اساس اور احساس کے اخذ کیا ہوا ہے-زبان و بیاں میں ولایت کی تقلید جبکہ افکار و نظریات میں مغرب کی اندھی پیروی سمیت ایک انتہائی غیر منظّم ، بے مقصد معاشرتی و مذہبی اقدار سے لاتعلق، سیرت و کردار کی تعمیر سے بے بہرہ، تحقیق اور ترقی کی منزل سے ناشناسا، درسی کتابوں کی کثرت، لیکن معنویت و مقصدیت کی قلت پر مشتمل ہمارا نظام تعلیم لاغر گھوڑے کی طرح نامراد منزل کے حصول میں سراب کے پیچھے پاؤں گھسیٹنے والا نظام ہے جس سے جتنا جلد ممکن ہو سکے گلو خلاصی کی ضرورت ہے-

مغرب کی ہر میدان میں ترقی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے باصلاحیت افراد کی اہم اور متعلقہ مناسب پر تقرری کے حوالے سے کسی بھی قسم کی سفارش اور مداخلت کے بارے میں عدمِ برداشت کا نہایت سخت رویہ اپنا رکھا ہے- ملکی سطح پر علم و تحقیق کے حوالے سے اگر کسی باصلاحیت شخص کی دستیابی ممکن نہ ہو تو باصلاحیت یا اعلیٰ تعلیم یافتہ فرد کو شہریت سمیت جملہ ممکن مراعات دے کر اپنے ہاں بلا لیا جاتا ہے- اس سلسلے میں تمام تر تعصبات کے باوجود رنگ، نسل، قوم اور مذہب کا اختلاف بھی خندہ پیشانی سے گوارا کر لیا جاتا ہے لیکن اقربا پروری کسی قیمت پر گوارا نہیں کی جاتی-

جبکہ اُمتِ مسلمہ کا ایک بڑا مسئلہ گزشتہ تین صدیوں کے درمیان یہ بھی رہا ہے کہ اقربا پروری کی وجہ سے باصلاحیت افراد پر تمام اداروں میں ناتجربہ کار، کم علم، بے صلاحیت لیکن چاپلوس اور سفارشی لوگوں کو جان بوجھ کر مسلط کیا جاتا رہا ہے- جنہوں نے چن چن کر اپنے اپنے فن میں ماہر اور تجربہ کار افراد کی تذلیل، تحقیر اور اُن کو نام نہاد قوانین اور ضوابط کے نام پر جکڑنے، نقصان پہنچانے اور بے دست و پا کرنے کی ہر ممکن کوشش کر کے قابلیت و صلاحیت کا بے رحمانہ قتل عام کیا ہے-

آج بھی مسلمان ممالک میں عمومی طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی کا وزیر وہ شخص بنا ہوا ملے گا جس کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعریف بھی نہیں آتی ہوگی، ملکی دفاع کا وزیر وہ ملے گا جو جدید و قدیم وار فیئر، عصری جنگی ٹیکنالوجی کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہوگا، برّی، بحری اور فضائی سطح پہ ملک کی دفاعی ضروریات کے ادراک سے عاری ہوگا، تعلیم کا وزیر وہ ملے گا جو تعلیم کے نظریہ، مقصد اور فلسفہ سے بھی بالکل نابلد ہوگا، علیٰ ھذاالقیاس-

آج بھی باصلاحیت افراد کو جاہلوں کے پنجہ استبداد سے نجات مل جائے تو اُمتِ مسلمہ اپنی عظمتِ رفتہ کو از سرِ نو حاصل کرنے کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے-

مغرب کے امراء اور اہل ثروت نے صدیوں سے اپنے مال و دولت میں اضافہ اور اُس کو اپنی ملکیت میں باقی رکھنے کے لیے سرخ لکیر (Red Line) کا تعین کر رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کے امراء بھی اپنی دولت میں بے قید اضافہ کے خواہش مند ہوتے ہیں لیکن وہ قبل از وقت اس بات کا تعین کر لیتے ہیں کہ متعین مقدار میں دولت کے حصول کے بعد وہ اضافی رقم ملک و قوم کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تحقیق کے میدان میں سہولیات کی فراہمی اور سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں پیش رفت کیلیے وقف کر دیں گے۔ یہی وجہ ہے کے ان امراء نے مغرب میں بڑے بڑے تعلیمی ادارے یونیورسٹیوں میں تجربہ گاہیں، ہسپتال میں لیبارٹریز، سائنسی پروجیکٹس کی پشتی بانی، ایجادات کی تجارتی بنیادوں پر تیاری، طلباء اساتذہ تحقیق کاروں اور سائنس دانوں کی فراخ دلانہ مالی معاونت نے کیچڑوں اور دلدلوں میں ڈوبے ہوئے قرونِ مظلمہ کے وحشی اور درندہ صفت مغرب کو تحقیق و ایجاد کے اوجِ ثریا پر وہاں پہنچا دیا ہے جہاں سے آج اُن کی ترقی کے مقابلے میں انہیں دوسری اقوام جاہل، غیر مہذب، جنگلی اور وحشی نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ علی الاعلان اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کی دوسری تمام اقوام کے حکمران ان کے سامنے نوکروں اور خادموں کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لیے وہ ہر ملک کے حاکم کے لیے خواہ وہ منتخب صدر یا وزیر اعظم ہو یا اپنے ملک کا غیر منتخب بادشاہ اور شہنشاہ سب بے چوں و چرا اُن کے حکم کو ماننے پر مجبور ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک آج تک بحیثیت مجموعی کسی بھی علم و فن میں تحقیق اور تحقیقاتی مراکز کے قیام کو اہمیت دینے پر تیار نہیں ہیں۔

اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے کہ 58 آزاد اور خود مختار اسلامی ممالک کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کا 20 فیصد (تقریباً سوا ارب) ہے اس آبادی کا تقریباً 40 فیصد حصہ ان پڑھ ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں موجود یونیورسٹیز کی تعداد تقریباً 350 ہے جن میں پنجاب یونیورسٹی لاہور (1882ء) انڈونیشیاء یونیورسٹی (1950ء) جکارتہ، تہران یونیورسٹی (دانش گاہ طہران 1851ء) جامعہ ملک سعود (ریاض نومبر 1957ء) اور جامعۃ الازہر (قاہرہ مصر 1970ء) وغیرہ شامل ہیں۔ ان یونیورسٹیوں سے سالانہ تقریباً ایک ہزار افراد پی ایچ ڈی کرتے ہیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ان اسلامی ممالک کی مجموعی افرادی قوت صرف 80 لاکھ کے قریب ہے جو ان شعبوں میں مصروف عمل عالمی آبادی کا تقریباً 4 فیصد ہے۔ دنیا بھر میں ہر سال ایک لاکھ سے زائد سائنسی کتب اور 20 لاکھ سے زائد سائنسی مقالات شائع ہوتے ہیں۔ جبکہ اسلامی ممالک سے شائع ہونے والی سائنس اور تحقیقی کتب اور مقالات کی سالانہ تعداد ایک ہزار سے تجاوز نہ کر سکی ۔ یہ ان اسلامی ممالک کا مجموعی حال ہے جن کی آزاد مملکتیں کرۂ ارض کے تقریباً تین کروڑ مربع کلومیٹر پر محیط ہیں۔ جو تیل کے پوری دنیا میں موجود ذخائر کے تین چوتھائی حصے کے مالک ہیں اور جنہیں اپنے لا محدود قدرتی وسائل سے استفادہ کی سہولت حاصل ہے اس کے باوجود علوم جدیدہ میں مغرب سے مسابقت کے بجائے غفلت اور تساہل نے اسلامی ممالک کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

مسلم ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تحقیق پر مجموعی طور پر جو رقم خرچ کی جاتی ہے۔ صرف جرمنی اس سے دوگنا اور جاپان 4 گنا زیادہ رقم خرچ کرتا ہے۔ پاکستان اپنی قومی پیداوار کا بمشکل 2 فیصد (21 ارب روپے) عام تعلیم پر خرچ کرتا ہے جبکہ ناروے اپنی قومی پیداوار کا 6.5 فیصد، جاپان 6.3 فیصد، فرانس 6.1 فیصد، امریکہ 6 فیصد اور جرمنی 4.8 فیصد خرچ کر رہا ہے۔

تجاویز:

1۔ موجودہ علمی، سائنسی، معاشی اور مالی زوال اور پستی سے نکلنے کا واحد قابلِ عمل راستہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک مختلف

علوم و فنون اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے تحقیقاتی مراکز لائق و قابل اہل علم کی سربراہی میں قائم کر کے اپنی معیشت کو علم و تحقیق پر مبنی معیشت قرار دیں۔

2۔تمام اسلامی ممالک تحقیقی اداروں کی علیحدہ سے وزارت اور نظامت قائم کریں جن کے پاس قلیل المدتی اور طویل المدتی منصوبہ جات ہوں اوراس وزارت و نظامت کے لئے کم از کم سائنس دان درجہ کا قابل ترین شخص ہی متعین ہو۔

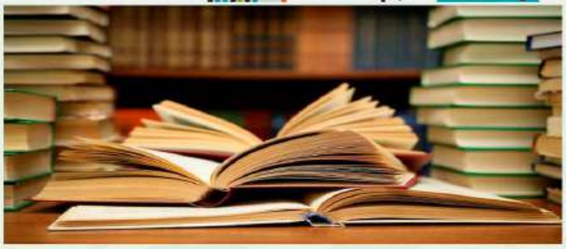

3۔تمام تحقیقی منصوبہ جات اور تحقیقی مراکز سیاسی تبدیلیوں اور سیاسی پسند وناپسند کے گھٹیا معیار سے بلند ہوں، اس کیلیے ایسے تمام تحقیقی منصوبہ جات کو پارلیمنٹ کی توثیق اور تائید حاصل ہونی چاہیے تاکہ ان کی حیثیت قومی اہمیت کے حامل اثاثے کے طور پر متعین ہو جائے۔

4۔تمام اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان ہر بڑے صنعتی یونٹ اور ہر یونیورسٹی پر تحقیقی مرکز کے قیام اور مطلوب نتائج کے حصول کی پابندی عائد کر کے دوسرے تمام پیداواری اداروں کو مختلف شعبہ جات میں تحقیقی فنڈ کے قیام اور اس کے صحیح خرچ کا پابند بنائیں۔

5۔تمام اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں کے غریب مگر قابل طلباء کو اعلیٰ علوم و فنون اور تحقیق کیلیئے جملہ مطلوب وسائل کی فراہمی کو اندرون و بیرون ملک یقینی بنائیں۔

6۔ملک کے تمام قابل اساتذہ، پروفیسرز اور تحقیق کاروں کی حیثیت، عزت، مراعات کسی بھی صورت میں وفاقی یا صوبائی سیکریٹری سے کم نہیں ہوں۔

7۔تمام تحقیق کاروں کو اپنی تحقیق میں کامیابی پر قومی ہیرو کے طور پر پیش کیا جائے۔

8۔قومی ہیروز کی فہرست میں ملک کے نامور اہل علم و دانش کو حکومتی سطح پر شامل کر کے نئی نسل کیلیئے انہیں رہنما بنایا جائے۔

9۔تمام قومی و بین الاقوامی پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر ایسے تحقیق کاروں کی زندگی پر ڈاکومنٹریز یا ان کے زندہ ہونے کی صورت میں ان کے براہ راست انٹرویوز پیش کیے جائیں جس میں ان سے ان کی زندگی کی داستان، محنت و مشقت اور کامیابی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کا طریقہ و سلیقہ نئی نسل کو بتایا، سنوایا اور سکھایا جائے۔

10۔مسلمان ممالک اپنے سالانہ مالیاتی میزانیہ کا بڑا حصہ علم و تحقیق اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے متعین کر دیں۔

11۔سائنس و ٹیکنالوجی کی وزارت صرف اور صرف کسی نامور سائنس دان، تعلیم کی وزارت صرف اور صرف قومی و بین الاقوامی طور پر مسلمہ علمی و تعلیمی شخصیت جبکہ تحقیق کی وزارت کسی ممتاز اور نامور محقق کو حوالے کر کے ان دونوں وزارتوں کو غیر سیاسی قرار دے دیا جائے۔

اگر مذکورہ بالا تجاویز میں سے چند شقوں پر بھی عمل ہو جاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ایک عشرے میں مسلمان ممالک کی معاشی، مالی اور سیاسی و بین الاقوامی حیثیت بدلنا شروع ہو جائے گی اور ان کی تنزلی عروج کی راہ پر گامزن جبکہ غربت امارت میں بدل جائے گی۔اسی طرح وہ لینے والوں کی صف سے نکل کر دینے والوں کی صف میں شامل ہو جائیں گے۔دینے والے جب بھی کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اس کے ساتھ اپنا نظریہ حیات اور فلسفہ زندگی صراحتاً یا کنایۃً ضرور دیا کرتے ہیں، لینے والے بہت کچھ لینے کے ساتھ ساتھ دینے والوں کی فکر اور فلسفہ زندگی لینے سے انکار کی پوزیشن میں نہیں ہوتے چنانچہ امت مسلمہ جو دنیا کو اسلام کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا آخری دین اور اس کی دعوت پیش کرنے کیلیئے نامزد ہوئی تھی وہ اپنی علمی، عملی اور تحقیقی بنیادوں پر غالب حیثیت سے کل بنی نوع انسان کو دوبارہ دعوتِ اسلام کے فریضے سے بحسن وخوبی سبکدوش ہو پائے گی۔

☆☆☆

جمہوریہ آذربائیجان

محمد محبوب

جمہوریہ آذربائیجان ایک مسلم اکثریتی ملک ہے جو کہ مشرقی یورپ اور مغربی ایشیا کے بیچ بحیرۂ کیسپین (Caspian Sea) کے ایک کنارے پر واقع ہے-اس کے شمال میں روس، جنوب میں ایران، شمال مغرب میں جارجیا اور مغرب میں آرمینیا اور ترکی موجود ہیں-

آذربائیجان دنیا کی تہذیب کے سب سے قدیم مراکز میں سے ایک ہے-غارِ آزوخ، تغلر، دمجلی، دش سلاطے، گزما اور دیگر آبادکاری والے مقامات میں دریافت شدہ دریافتیں لاکھوں سال پرانی آبادکاری کی نشاندھی کرتی ہیں-

قفقاز خطے (ماضی میں کئی سلطنتیں اس خطے پر حکمرانی کر چکی ہیں) میں واقع ہونے کی وجہ سے آذربائیجان کی اپنی ایک تاریخی حیثیت ہے- آج کا موجودہ آذربائیجان کا علاقہ کئی سلطنتوں کے زیر کنٹرول رہا ہے-

جن میں مانا (Manna)، ایٹروپاٹینا (Atropatena) اور البانیہ کی ریاستیں شامل تھیں-

تیسری صدی میں آذربائیجان پر Sassanid Empire نے حملہ کیا تھا اور ساتویں صدی میں آذربائیجان خلافت کے زیر کنٹرول آ گیا-

آذربائیجان کی آزادی:

آذربائیجان نے پہلی جنگ عظیم کے بعد مئی 1918ء میں اپنی آزادی کا اعلان کر دیا لیکن دو سال کے بعد روسیوں کے قبضے کے بعد آذربائیجان بطور سوویت سوشلسٹ ریپبلک کے سوویت یونین کا حصہ بن گیا جو کہ 1991ء تک سوویت یونین کا حصہ رہا- جب سرد جنگ (Cold War) کا خاتمہ ہوا تو آذربائیجان نے 18 اکتوبر 1991ء کو سوویت قبضے سے آزادی کا اعلان کر دیا-

آذربائیجان کی عوام کے قومی رہنما حیدر علیوف ہیں- مئی سے جون 1993ء میں جب آذربائیجان خانہ جنگی کی راہ پر گامزن تھا اور اسے آزادی ہارنے کے خطرے کا سامنا کرنا پڑا تو آذربائیجان کی عوام نے مطالبہ کیا کہ حیدر علیوف کو اقتدار سونپا جائے- یوں ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور خانہ جنگی رکوانے میں اہم کردار ادا کیا-

حیدر علیوف نے 21 نومبر 1992ء کو نیو آذربائیجان پارٹی کی بنیاد رکھی- 3 اکتوبر 1993ء کو ہونے والے ملک گیر ووٹنگ کے نتیجے میں حیدر علیوف جمہوریہ آذربائیجان کے تیسرے صدر منتخب ہوئے اور 2003ء تک اس عہدے پر براجمان رہے- اس پارٹی الہام علیوف آذربائیجان کی صدارت پر براجمان ہیں ان کی قیادت میں حال ہی میں آذربائیجان نے آرمینیا سے جنگ جیت کر اپنے مقبوضہ علاقوں کا قبضہ چھڑایا ہے-

آذربائیجان میں اسلام کی آمد:

آذربائیجان کی مجموعی آبادی کا تقریباً 96 فیصد حصہ مسلمان ہیں- آذربائیجان میں عربوں کے ذریعے ساتویں صدی عیسوی میں دین اسلام کی آمد ہوئی ساتویں صدی میں آذربائیجان میں اسلام کی آمد یہاں کے لوگوں کی تاریخ اور مستقبل کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہوا- دین اسلام نے یہاں ایک مضبوط قوم کی بنیاد رکھی- قوم کو متحد کرنے اور اس کی واحد زبان کے قیام میں اہم کردار ادا کیا- ترک اور دیگر نسلوں کے مابین مذہبی اتحاد نے ان کی مشترکہ روایات کے قیام میں اہم کردار ادا کیا اور ان کے اتحاد کو ترغیب دی-. اسلامی دنیا کی قدیم مساجد میں سے ایک آذربائیجان میں واقع ہے- شماخی جامع مسجد 743 میں تعمیر کی گئی تھی اور کچھ سال قبل اس کی مکمل تزئین و آرائش ہوئی تھی- دربند مسجد کے بعد قفقاز کی یہ قدیم ترین مسجد

ہے- جب آذربائیجان سوویت یونین کے قبضے میں چلا گیا تو مسلمانوں کو بہت سی مذہبی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا- سوویت یونین سے آزادی کے بعد آذربائیجان میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی نصیب ہوئی-اسلام نے آذربائیجانی ثقافت میں ایک بہت بڑا کردار ادا کیا ہے-اس لئے آج آذربائیجان میں اکثریتی آبادی مسلمانوں کی ہے-

آذربائیجان میں صوفیا کا کردار:

آذربائیجان میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی صوفیاء کرام کی بھی آمد ہوئی- آذربائیجان میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں تصوف کے مشہور سلسلے نقشبندیہ اور قادریہ کے صوفیاء کرام کا بڑا کردار رہے-

آذربائیجان کے سیاحتی مقامات اور سیاحت کا معیشت میں کردار:

آذربائیجان ایک تاریخی ملک ہے جو کئی تہذیبی ورثوں کا حامل ہے-سیاحت کے حوالے سے آذربائیجان دنیا کے ابھرتے ہوئے ممالک میں شامل ہے- آذربائیجان کا دارالحکومت باکو دنیا کے خوبصورت شہروں میں سے ایک ہے- جہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سیاح آتے ہیں اور باکو شہر کے دلکش نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں- آذربائیجان کے دیگر سیاحتی مقامات میں نبران، میڈن ٹاور، حیدر علیوف سنٹر، شیروان نیشنل پارک اور گوبسٹن نیشنل پارک وغیرہ شامل ہیں-سیاحت کی انڈسٹری آذربائیجان کی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے- سیاحوں کی آمد سے نا صرف آذربائیجان کثیر تعداد میں زرمبادلہ کما رہا ہے بلکہ اس کی مقامی سطح پر معیشت بھی ترقی کر رہی ہے- آذربائیجان کی سیاحت کی اتھارٹی کے اعداد و شمار کے مطابق ”سال 2019ء میں 2018ء کے مقابلہ میں 11.4 فیصد اضافے سے 3.17 ملین سیاحوں نے آذربائیجان کا رخ کیا“-

2019ء کے اعداد و شمار کے مطابق ٹورازم انڈسٹری کا آذربائیجان کی جی ڈی پی میں 13.2 فیصد حصہ تھا-

نگورنوکاراباخ:

نگورنوکاراباخ کا علاقہ قدیم زمانے سے انیسویں صدی کے آغاز تک اور روسی حملہ سے پہلے آذربائیجان کا حصہ رہا ہے- آذربائیجان کی سوویت یونین سے آزادی کے اعلان کے ساتھ 1991ء میں آرمینیائی شدت پسندوں نے جنہیں آرمینیا کی پشت پناہی حاصل تھی نگورنوکاراباخ میں تشدد پسندانہ سرگرمیاں شروع کر دیں جو بعد میں جنگ کی شکل اختیار کر گئی جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد بے گھر اور قتل ہوئے- اس طرح آرمینیا نے نگورنوکاراباخ پر ناجائز قبضہ جما لیا- عالمی قوانین اور اصولوں کے مطابق یہ علاقہ آذربائیجان کی ملکیت اور آرمینیا اس پر قابض تھا-اس تنازعہ کو لے کر دونوں ممالک کے درمیان کئی جھڑپیں بھی ہو چکی ہیں-

گزشتہ سال 27 ستمبر 2020ء کو آرمینیا نے ایک بار پھر آذربائیجان پر بلا اشتعال فائرنگ شروع کر دی اور سویلین آبادی کو نشانہ بنایا جس کے بعد آذربائیجانی افواج نے آرمینیا کی اشتعال انگیزی کا بھرپور جواب دیتے ہوئے آرمینیا کے جہاز مار گرائے اور آرمینیا کو افرادی قوت کے نقصان کا بھی سامنا کرنا پڑا- بالآخر آرمینیا کے وزیر اعظم نے اس جنگ میں اپنی شکست تسلیم کر لی- آذربائیجان کے صدر، آرمینیا کے وزیر اعظم اور رشین فیڈریشن کے صدر نے 10 نومبر 2020ء کو دستخط کیے جانے والے سہ فریقی اعلامیے میں، فریقین کے مابین جنگ بندی کا اعلان کیا- اس معاہدے کے تحت آرمینیا کے قبضے سے چھڑائے گئے علاقے آذربائیجان کے پاس ہی رہیں گے اور دیگر نواحی علاقوں سے بھی آرمینیائی فوج پیچھے ہٹ جائے گی-

یوں آرمینیا کی جانب سے چھیڑی جانی والی اس 44 دنوں کی جنگ کا اختتام آذربائیجان کی شاندار کامیابی پر ہوا- اس جنگ کے دوران آذربائیجان نے آرمینیا کے قبضے سے 5 شہر، 5 قصبے اور 300 کے لگ بھگ دیہات آزاد کروالئے-

خوجالی قتل عام:

خوجالی (جو کہ آرمینیائی کے قبضہ میں آذربائیجان کا مقبوضہ علاقہ تھا) کا قتل عام، آرمینی باشندوں اور قوم پرستوں کی آذربائیجانی عوام کے خلاف کی جانے والی نسل کشی کی 200 سالہ قدیم پالیسی کا تسلسل تھا- نگورنوکاراباخ پر قبضے کے دوران آرمینیائی فورسز نے اکتوبر 1991ء کو خوجالی شہر کا محاصرہ کیا اور اسی طرح آرمینیائی فورسز نے اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے

لئے ایک منظم پلان کے تحت 25 اور 26 فروری 1992ء کی درمیانی رات ہیوی آرٹلری سے خوجالی ٹاؤن پر گولہ باری شروع کردی اور بے دردی سے سویلین آبادی کا قتل عام شروع کردیا- اس قتل عام میں سینکڑوں افراد شہید، بے گھر اور زخمی ہوئے - آرمینیا کی فورسز لسانی بنیادوں پر آذربائیجان کے نہتے اور معصوم لوگوں کا قتل عام کرواکر جنگی جرائم کی مرتکب ہوئی-

دو گھنٹے سے کچھ زیادہ وقت میں شدت پسند آرمینیائی فوج نے مارٹر، توپ خانے اور ٹینک سے فائر کرکے 613 معصوم افراد کو بہیمانہ انداز میں قتل کر دیا تھا- آرمینیائی افواج کا یہ اقدام اس علاقے سے آذری لوگوں کی آبادی کم کرکے قبضہ کرنا تھا- آذربائیجان کے ریکارڈ کے مطابق ان اموات میں 106 خواتین، 63 بچے اور 70 بوڑھے افراد شامل ہیں جبکہ 487 افراد شدید زخمی ہوئے-

پاکستان اور آذربائیجان کے باہمی تعلقات اور مستقبل:

پاکستان اور آذربائیجان دو برادرانہ اسلامی ممالک ہیں جو کہ جذبہ اسلامی کے تحت ایک دوسرے سے گہرے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں- دونوں ممالک کے درمیان باہمی اعتماد پر مبنی وسیع سٹریٹیجک نوعیت کے تعلقات قائم ہیں- دونوں ممالک کے درمیان ہیڈ آف سٹیٹ، گورنمنٹ، وزرائے خارجہ اور وفود کی سطح پر کئی دورے ہو چکے ہیں- اسی طرح دونوں ممالک کے مابین تجارت اور باہمی تعاون مستقل طور پر فروغ پا رہا ہے-

جب آذربائیجان نے سوویت یونین سے آزادی حاصل کی تو ترکی کے بعد پاکستان دوسرا ملک تھا جس نے آذربائیجان کو تسلیم کیا- نگورنوکاراباخ کے مسئلے پر پاکستان اور پاکستانی عوام نے ہمیشہ آذری بھائیوں کے اصولی مؤقف کی بغیر کسی مفاد کے اور غیر مشروط حمایت کی ہے- اسی لئے نگورنوکاراباخ پر آرمینیا کے ناجائز اور غیر قانونی قبضے کی وجہ سے پاکستان نے آج تک آرمینیا کو بطور ریاست تسلیم نہیں کیا ہے- اس مسئلے پر آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان ہونے والی حالیہ جنگ میں پاکستان نے آذربائیجان کی بھرپور اخلاقی اور سفارتی مدد کی ہے- آذربائیجان کے پاکستان میں تعینات سفیر علی علیزادہ نے پاکستان کے کردار

کو ان الفاظ میں بیان کیا: ”میں خود بطور سفیر یہاں رہتے ہوئے پاکستانی قوم کی جانب سے محبت اور ہمدردی محسوس کر رہا ہوں اور یہ ہمارے لیے نہایت فخر کی بات ہے- میں یہ کہوں گا کہ یہ سب آذربائیجان کی قوم نے بھی دیکھا اور محسوس کیا“-

حال ہی میں آرمینیا کو نگورنوکاراباخ میں عبرتناک شکست دینے کے بعد جنوری 2021ء میں آذربائیجان اور ترکی کے وزرائے خارجہ پاکستان تشریف لائے اور اسلام آباد میں پاکستان آذربائیجان اور ترکی کے وزرائے خارجہ کے مابین سہہ فریقی وزرائے خارجہ اجلاس منعقد ہو چکا ہے- تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبہ میں ہونی والی ہارٹ آف ایشیاء کانفرنس کے موقع پر دونوں ممالک کے وزرائے خارجہ نے دوطرفہ تعاون کے فروغ کے حوالے سے باہمی مشاورت جاری رکھنے پر اتفاق کیا-

پاکستان اور آذربائیجان کے درمیان بہترین تعلقات ہونے کے باوجود باہمی تجارت کا حجم بہت ہی کم ہے- دونوں ممالک کے درمیان باہمی تجارت حجم تقریباً 16 ملین ڈالر ہے- اس باہمی تجارت کے حجم کو بڑھانے کی مزید ضرورت ہے- پاکستان سے بہت سی مصنوعات مثلاً ادویہ سازی، کاسمیٹکس، جراحی کے آلات، کھیلوں کے سامان، بجلی کے ساز و سامان، ٹیکسٹائل اور چمڑے کی مصنوعات، فرنیچر، گھریلو دستکاری، کھانے اور پھلوں کی مصنوعات، انجینئرنگ اور صارفین کے سامان سمیت، چاول کی آذربائیجان میں بہت زیادہ گنجائش ہے اسی طرح آذربائیجان کے پاکستان کی توانائی کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے-

☆☆☆

شُکر کا قرآنی فلسفہ اور نعمتِ خداداد پاکستان

فکری خطاب: صاحبزادہ سُلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل :اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) و حق باھو کانفرس، خوشاب، 20 جنوری 2020ء)

اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کا بنیادی مقصد اُس دعوت و پیغام کو عام کرنا ہے جو صدیوں سے اس خطے میں ہمارے دلوں کو ایمان، محبتِ الٰہی اور محبتِ مصطفےٰ (ﷺ) اطاعت الٰہی اور اطاعتِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) کے نور سے منور کیے ہوئے ہے-

میرے دوستو! یہاں میں دو گزارشات بیان کرنا چاہوں گا، ایک بطور تمہید اور دوسری بطور مغز کے - اگر ہم تمہید اور اصل نقطہ کو سمجھ جائیں تو بطور ایک قوم ہم ایک ناقابلِ تسخیر قوم بن سکتے ہیں- لیکن اگر ہم اسے سمجھنے اور اپنانے سے قاصر رہیں تو پھر جو ہمارا انحطاط بطور ایک قوم کے جاری ہے اسے روکنا ممکن نہیں تو کم از کم ہمارے بس میں بھی نہیں- اس میں کئی پہلو پنہاں ہیں جیسا کہ بزبانِ حکیم الامت:

حرفِ پیچا پیچ و حرف نیش دار
تاکنم عقل و دلِ مرداں شکار!

”میں نے پیچ دار (مشکل) زبان بھی استعمال کی ہے اور نیشدار (واشگاف) بھی تا کہ میں اس دور کے مردوں کے عقل ودل کو شکار کر سکوں“-

اس گفتگو میں قارئین کو فلسفے اور منطق میں الجھی بھی اور لذت سے بھرپور باتیں بھی ملیں گی لیکن ان دونوں باتوں کا مقصد عقل اور دل کی گرہوں کو کھولنا ہے-

ایک دوسرے مقام پر حکیم الامّت (رحمۃ اللہ علیہ) نے نظیری نیشاپوری کا ایک شعر لکھ کر اپنی کتاب کا آغاز کیا کہ:

نیست در خشک و ترِ بیشۂ من کوتاہے
چوبِ ہر نخل کہ منبر نشَوَد دار کُنم

”میرے جنگل میں کوئی لکڑی فالتو نہیں ہے- وہ لکڑی جس سے منبر نہ بن سکے مَیں اُس سے دار (پھانسی کا پھندا) بنالیتاہوں“-

یہاں پہ ”منبر“ عالم کا استعارہ ہے اور ”دار“ عارف کا استعارہ ہے- نظیریؔ کی زبان سے اقبالؔ کہتے ہیں کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ علم کی بات کہوں اور جو بات علم کے ذریعہ نہ کہی جاسکے اُسے میں اپنے وِجدان اور معرفت سے کہتا ہوں- قرآن حکیم کا بھی یہی طریق ہے کہ بعض جگہ قرآن کریم میں احکام ملتے ہیں جن کا تعلق ہمارے ظاہر کی اصلاح سے ہوتا ہے اور بعض مقامات میں قرآن مجید میں روحانی استعارات ملتے ہیں جو ہمارے ظاہر کے ساتھ ساتھ ہمارے باطن کو بھی روشن کرتے ہیں-

اس لئے دونوں باتیں بندہ اپنے ساتھ لے کے چلتاہے- جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ پر چلنے والے نیک بندوں کو حکم فرمایا:

”فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ“[1]

”تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو“-

رب کریم فرمارہاہے کہ اے میرے بندے مجھے یاد کرو مَیں بھی تمہیں یاد کروں گا- اسی طرح میری عطاکردہ نعمتوں

[1](البقرہ:152)

کا قولاً، فعلاً اور قلباً یعنی ہر اعتبار سے شکر ادا کرتے رہا کرو اور میں جو بھی نعمت بخشوں اس نعمت کو جھٹلایا نہ کرو۔

"مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا"[2]

"اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا"۔

یہاں سے "شَاكِرًا" کا ایک اور معنٰی اخذ ہوتا ہے کہ "شَاكِرًا" سے مراد قدر شناس بھی ہے۔ یعنی جب "شَاكِرًا" کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لیے کہا جاتا ہے تو اس کا معنٰی "قدر شناس" ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ o"[3]

"اور اللہ بڑا قدر شناس ہے بُردبار ہے"۔

رب کریم نے یہاں بھی اپنے لیے "شکور" کا لفظ استعمال کیا جس کا معنٰی قدر شناس ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ شاکر جہاں اپنے مولیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اُس کا شکر گزار رہتا ہے وہیں اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا قدر شناس بھی رہتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کے طور پہ بیان فرمایا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"جو بندہ قدر شناس ہو جاتا ہے وہ بنیادی طور پر اس صفتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے"۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کی قدر کرتا ہے وہ صفتِ الٰہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی صفت کو انبیائے کرام (علیہم السلام) کیلیے بیان فرمایا۔ جیسا کہ سیدنا حضرت نوح (علیہ السلام) کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

"ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا"

"اسے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا"۔

اسی طرح سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "سورۃ النحل" میں فرمایا:

"شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ"[4]

"اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا اللہ نے اسے چُن لیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی"۔

رسول اللہ (ﷺ) کی ذات گرامی کے متعلق امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے "صحیح بخاری" میں حضرت مغیرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"بے شک حضور نبی کریم (ﷺ) نماز کیلئے قیام فرماتے حتیٰ کہ آپ (ﷺ) کے دونوں پاؤں مبارک یا پنڈلیاں مبارک سوج جاتیں۔ پس آپ (ﷺ) سے عرض کی جاتی (یارسول اللہ (ﷺ) آپ (ﷺ) اتنی کثرتِ عبادت کیوں فرماتے ہیں) تو آپ (ﷺ) ارشاد فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔[5]

جہاں رب کریم نے شاکر کو اپنی صفت کے طور پر بیان فرمایا وہیں قرآن کریم بتاتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں رب کریم چن لیتا ہے اور جن کا چلنا، پھرنا حتیٰ کہ اُن کا ایک ایک قول دین کی اساس بن جاتا ہے، اُن کو بھی رب تعالیٰ اس صفتِ شاکر سے متصف فرما دیتا ہے۔

مومن پر شکر کا اطلاق کیسے ہوتا ہے؟

علامہ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں:

"اَلشُّكْرُ: عِرْفَانُ الْإِحْسَانِ وَنَشْرُهُ"[6]

"شکر کا معنٰی ہے احسان کو پہچاننا اور اس کو بیان کرنا"۔

[2](النساء:147)

[3](التغابن:17)

[4](النحل:121)

[5](صحیح بخاری: کتاب الجمعۃ)

[6](القاموس المحیط)

یعنی اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچاننا اور اس احسان کا برملا اعتراف کرنا شکر کہلاتا ہے۔

علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی (المتوفی:816ھ) ''کتاب التعریفات''میں لکھتے ہیں:

"اَلشُّكْرُ اللُّغَوِيُّ هُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ عَلَى جِهَةِ التَّعْظِيْمِ وَالتَّبْجِيْلِ عَلَى النِّعْمَةِ مِنَ اللِّسَانِ وَ الْجِنَانِ وَالْأَرْكَانِ"[7]

''شکر کا لغوی معنی یہ ہے کہ نعمت پر زبان، دل یا دیگر اعضاء سے منعم کی تعظیم و تکریم کرنا''۔

''منعم'' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی نعمتیں عطا کرنے والی۔ اب یہاں ایک اور چیز ایمان کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ایمان کے بھی بنیادی طور پر تین اجزاء ہیں۔(1) زبان سے اقرار (2) تصدیق قلب اور (3) اعمال صالحہ۔ ان تین پہلوؤں سے مومن کا ایمان پہچانا جاتا ہے۔ یہی بات شکر پر بھی صادق آتی ہے کہ شکر کی سب سے پہلی منزل یہ ہے کہ مومن زبان سے اس کی عطا کردہ نعمت کا اعتراف کرے۔ پھر دل سے اس کی تصدیق کرے کہ واقعتاً یہ نعمت مجھے عطا ہوئی۔ چونکہ ایمان کی تصدیق دل سے کلمہ شہادت "اشھد ان اللہ الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہٗ" پڑھ کر، اپنے دل کو ذات باری تعالیٰ کیلیے خالص کر کے اور دل میں تمام شکوک و شبہات کے بتوں کو نکال کر اس کی وحدانیت کی تصدیق کرنا ہے۔ لیکن شکر کی تصدیقِ قلب کے متعلق سیدنا جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"اَلشُّكْرُ أَنْ لَّا تَرٰى نَفْسَكَ أَهْلًا لِلنِّعْمَةِ"[8]

''شکر یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو (اس کی) نعمت کا اہل نہ سمجھو (بلکہ اُس کا فضل سمجھو)''۔

یعنی حقیقتاً شکر کی تصدیقِ قلب یہ ہے کہ بندہ نعمت عطا ہونے پہ اپنے آپ کو عاجز پائے اور یہ اعتراف کرے کہ جتنی نعمتیں مجھے میرے مولا نے عطا کی ہیں مَیں ان نعمتوں کے قابل نہ تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد (علیہ السلام) اور ان کی آل کو شکر گزاری کا حکم فرمایا:

"اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ o"

''اے آلِ داؤد! (اللہ کا) شکر بجالاتے رہو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوئے ہیں''۔

سیدنا حضرت داؤد (علیہ السلام) کے شکر ادا کرنے کے متعلق امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) ''تفسیر قرطبی''میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت داؤد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا اے اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کیونکہ جس زبان سے تیرا شکر ادا کروں گا وہ بھی تیری دی ہوئی ہے ہر سانس تیری نعمت ہے ہر سانس میں تیری بے شمار نعمتیں ہیں۔ فرمایا: اے داؤد! اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا۔ (گویا جب تم نے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا تو میرا شکر ادا ہو گیا)''۔[9]

یعنی سیدنا داؤد (علیہ السلام) نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے میرے مولا! میرے وجود کا ایک ایک عضو حتیٰ کہ میری سانسیں بھی تیری عطا کردہ نعمت ہیں۔ اگر میں تیرا شکر ادا کرنے لگوں تو شکر کی توفیق بھی تیری عطا کردہ ہے۔ اس لئے رب کریم نے فرمایا کہ یہی میرا شکر ہے کہ بندہ میرا شکر ادا کرنے میں خود کو عاجز پائے۔

یہی بات شیخ ابو بکر شبلی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی کہ:

''شکر، یہ ہے کہ منعم پر نظر ہو نہ کہ نعمت پر''۔

یعنی انسان کا خیال نعمت عطا کرنے والے کی طرف ہو نہ کہ نعمت کی طرف۔

مثلاً جب غیر مسلم دائرہِ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کو کلمہ پڑھا کر سورہ اخلاص ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ'' کے تحت توحید سمجھائی جاتی ہے۔ اب اس اقرار کے بعد تصدیقِ قلب بتائی جاتی ہے کیونکہ محض اقرار کافی نہیں ہے۔ کیونکہ بزبانِ حکیم الامت:

[7] (کتاب التعریفات)

[8] (رسالۃ القشیریہ)

[9] (تفسیر قرطبی، زیر آیت، السباء:13)

تو عرب ہو یا عجم ہو، تیرا لا الہ الا
لغتِ غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

یعنی کوئی عربی ہو یا عجمی ''لا الہ الا اللہ'' کی افادیت اس کی روح کو نہیں پہنچتی جب تک اس کا ''دل لا الہ الا اللہ'' کی تصدیق نہیں کرتا- اس لئے اقرار اور تصدیق کے بعد اس بندے پہ اس کا عمل لازم آجاتا ہے-یہی اصول شکر کا بھی ہے کہ جب بندہ زبان و قلب سے شاکر ہو جاتا ہے تو تیسرے مرحلے میں اس کے اوپر اعمال صالحہ کی سر انجام دہی آجاتی ہے جو کہ اس کے ایمان کی علامت بھی ہے اور شاکر ہونے کی بھی-

شکر کا تیسرا مرحلہ عمل ہے- بندہ اعمال سے شکر کیسے بجا لاتا ہے؟اس میں پانچ چیزیں ہیں:

1. شکر ادا کرنے میں خود کو عاجز پانا-
2. بندے کے دل اور عمل میں اللہ سے محبت پیدا ہو جائے کہ اُس نے میری بساط سے بڑھ کے مجھے عطا کیا-
3. بندہ اس بات کا برملا اعتراف کرے-
4. اس دینے والے کی کثرت سے تعریف کی جائے-
5. جو نعمت اس نے عطا کی ہے اس نعمت کو اس کی پسندیدہ جگہ پہ استعمال کیا جائے-

مثلاً اللہ نے نعمت کی صورت میں قوت بصارت، قوت سماعت، قوتِ گویائی، قوتِ پکڑ اور قوتِ چال دی ہے-اس لئے شکر گزار بندے کا عمل یہ ہوتا ہے کہ آنکھ کو وہاں استعمال نہ کرے جہاں اللہ کی ناراضگی آئے بلکہ قوت بصارت وہاں استعمال کرے جہاں رب کی رضا نصیب ہو-کان ایسی بات پہ مائل نہ ہوں جسے سننے سے اللہ کی ناراضگی ہو-زبان ہر ایسا کلمہ کہنے سے رُک جائے جس سے خدا کی ناراضگی کا شائبہ ہو-اس لئے شاکر بندے کے وجود کا ہر ہر عضو رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے سراپا خیر ہوتا ہے-

حُجۃ الاسلام امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

''أَنَّ الشُّكْرَ مِنْ جُمْلَةِ مَقَامَاتِ السَّالِكِيْنَ وَهُوَ يَنْتَظِمُ مِنْ عِلْمٍ وَحَالٍ وَعَمَلٍ''[10]

''بیشک شکر سالکین کے جملہ مقامات میں سے ایک مقام ہے جو علم، عمل اور حال سے ترتیب پاتا ہے''-

یعنی انسان پہلے زبان سے شکر کا اقرار، دل سے شکر کی تصدیق اور اپنے عمل سے اس کا ثبوت پیش کرتا ہے-جیسا کہ اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر ہے جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

آنکھ کا نہ بہکنا رب کریم کا پسندیدہ عمل ہے- قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ''[11]

''(اے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں- یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے''-

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر ایک مرتبہ نگاہ غیر محرم کی طرف اٹھے تو وہ تمہارے لیے حرام نہیں ہے، وہ تمہارے لیے ایک مجبوری ہو سکتی ہے- لیکن جب دوسری مرتبہ بھی نگاہ اسی غیر محرم کی جانب اُٹھتی ہے تو اس پر اللہ تمہاری نگاہ سے سوال کرے گا- گویا آنکھ کی بصارت پہ اللہ تعالیٰ نے ایک ادب اور اخلاق مقرر کیا ہے-اس لئے آنکھ شاکر وہ ہے جو اسی جانب اٹھے جس جانب آنکھ کا اٹھنا اللہ کو پسند ہے-

شکر ایک ایسی چیز ہے جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے قطعیت کے ساتھ بیان کیا اور اسے اپنی مشیت پر ہی محض موقوف نہیں رکھا- بلکہ قرآن کریم کی ان دو آیات میں مزید صلہ کی وضاحت فرمائی کہ:

[10](اِحیاء علوم الدین)

[11](النور:30)

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ"[12]

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا"۔

"وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ"[13]

"اور ہم عنقریب شکر گزاروں کو (خوب) صلہ دیں گے"۔

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے "احیاء علوم الدین" میں انہی مذکورہ آیات کے تناظر میں ایک بہت ہی اہم اور لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے نعمت کے شکر پر نعمت بڑھا دینے کو قطعیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس کو اپنی مشیت پر نہیں چھوڑا جبکہ دوسری نعمتوں کو مشیت پر چھوڑا ہے چنانچہ غنی کرنے، دعا قبول کرنے، روزی دینے، مغفرت عطا کرنے اور توبہ قبول کرنے وغیرہ، ان سب کو اپنی مشیت پر موقوف فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ"[14]

"پس عنقریب اللہ اگر چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے مالدار کر دے گا"۔

"بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ"[15]

"بلکہ تم (اب بھی) اسی (اللہ) کو ہی پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہے تو ان (مصیبتوں) کو دور فرما دیتا ہے"۔

"وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[16]

"اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے (اپنی نوازشات سے) بہرہ اندوز کرتا ہے"۔

"وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ"[17]

"اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے"۔

"وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ"[18]

"اور جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا"۔

ان آیات مبارک سے شکر کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ شکر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کی قید نہیں لگائی بلکہ شکر کرنے پہ نعمت بڑھا دینے کا قطعی وعدہ فرمایا"۔

اسرائیلیات میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کوہ طور پہ اللہ رب العزت سے ہم کلام ہونے جاتے تھے۔ راستہ میں انہیں ایک بندہ ملا، اس نے کہا موسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کو میری عرض پیش کرنا کہ میرا رزق نہیں بڑھتا، بھوک، افلاس اور غربت ہے۔ تھوڑا آگے گئے، دوسرا آدمی ملا اس نے کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری عرض کرنا کہ میرے پاس رزق بے تحاشا ہے جو میری ضرورت سے زیادہ ہے۔ اس لئے میرے رزق کو میری ضرورت کے مطابق کم کیا جائے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا یا اللہ! دو آدمی ہیں، ایک کہتا ہے رزق نہیں، غربت اور بھوک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) اُس بندے سے جا کر کہیں میرا شکر ادا کیا کرے، میں اس کا رزق بڑھا دوں گا۔ پھر عرض کی کہ دوسرے بندے نے عرض کی ہے کہ رزق ضرورت سے زائد ہے اسے کم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ (علیہ السلام) اُس بندے سے جا کر کہیں کہ میرا شکر کرنا ترک کر دے اس کا رزق خود بخود کم ہو جائے گا۔ موسیٰ (علیہ السلام) دونوں کا پیغام لے کے واپس آئے تو پہلے دوسرے بندے نے پوچھا کہ میری عرض پہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس بندے سے جا کر کہو کہ میرا شکر کرنا ترک کر دے اس کا رزق خود بخود کم ہو جائے گا۔ اس نے کہا موسیٰ (علیہ السلام)! یہ تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ جب دینے والا وہ ہے تو میں اس کا شکر کیوں نہ کروں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ پھر تیرا رزق کم نہیں ہوگا کیونکہ جو شکر کرتا رہتا ہے اس کا رزق بڑھتا رہتا ہے۔ پھر پہلا بندہ ملا، اس نے پوچھا کہ میری عرض پہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس بندے سے جا کر کہو کہ جو کچھ میں نے بخشا ہے اس پہ میرا شکر کرنا شروع کر دے رزق خود

[12] (ابراہیم:7)
[13] (آلِ عمران:145)
[14] (التوبہ:28)
[15] (الانعام:41)
[16] (آلِ عمران:27)
[17] (النساء:48)
[18] (التوبہ:15)

بخود بڑھ جائے گا- وہ کہنے لگا خدا نے کوئی شئے دی ہو تو شکر کروں- موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا یہی ادا اللہ کو ناپسند ہے-

میرے دوستو! فقط روٹی، لباس اور دولت کی فراوانی ہی نعمت نہیں ہے بلکہ انسان کے وجود کا ہر ہر عضو ایک اعلیٰ ترین نعمت ہے- حتیٰ کہ آنکھ کی پلکوں کا جھپکنا بھی ایک نعمت ہے- حالانکہ یہ ایک ذرا سا عمل ہے بظاہر اس کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اس میں بھی اللہ کی بہت سی نعمتیں ہیں- دو نعمتیں پلکوں میں ہیں، اللہ نے ہر ایک کے نیچے عضلات رکھے ہیں ان میں اوتار اور رباط ہیں جو دماغ کے پٹھوں سے متصل ہیں ان کے ذریعے اوپر کی پلک نیچے آتی ہے اور نیچے کی پلک اوپر کی طرف جاتی ہے- ہر پلک پر سیاہ بال ہیں سیاہ بالوں میں اللہ کی نعمت یہ ہے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو مجتمع رکھتے ہیں سفیدی روشنی کو منتشر کر دیتی ہے اور سیاہی جمع رکھتی ہے پھر ان بالوں کو ایک وصف میں رکھا یہ بھی ایک نعمت ہے اس سے تمہاری نگاہیں محفوظ رہتی ہیں اور ہوا میں اڑنے والے تنکے اور چھوٹے موٹے کیڑے اندر نہیں جاتے پھر پلکوں کے ہر بال میں دو مستقل نعمتیں ہیں ایک تو یہ کہ بالوں کی جڑیں نرم ہیں اور دوسری یہ کہ اس نرمی کے باوجود بال کھڑے ہیں، اوپر نیچے کی پلکیں مل کر ایک جال کی صورت اختیار کیے ہوئے ہیں یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے- بعض اوقات ہوا میں اڑتا ہوا غبار آنکھ کھلنے میں مانع ہوتا ہے- اس صورت میں اگر آنکھ بند کر لی جائے تو کچھ دکھائی نہ دے آدمی اپنی آنکھیں اس طرح بند کر سکتا ہے کہ اوپر نیچے کی پلکوں کو ملا کر جال بنا لے اس طرح نظر بھی آتا رہتا ہے اور گرد و غبار سے آنکھیں بھی محفوظ رہتی ہیں پھر اگر آنکھ کے ڈھیلے پر گرد و غبار اثر انداز ہو جائے تو وہ آنکھوں کے دو چار مرتبہ کھلنے اور بند کرنے سے خود بخود زائل ہو جاتا ہے- در اصل دونوں پلکیں اس ڈھیلے سے ملی ہوئی ہیں ان کے اطراف سیدھے ڈھیلے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اسے اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح صیقل آئینہ صاف کر دیتی ہے- ایک دو بار پلکوں کو اوپر نیچے کیجیے غبار خود بخود آنکھ کے گوشوں سے نکل کر باہر آ جائے گا- مکھی کو آنکھ پر پلکیں نہیں دی گئیں اس لئے وہ اپنی آنکھ کے ڈھیلے کو دونوں پاؤں سے صاف کرتی رہتی ہے-

اسی طرح سانس لینے میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ہیں جب انسان اندر کا سانس باہر نکالتا ہے تو قلب کا دھواں باہر نکل جاتا ہے- اگر یہ دھواں باہر نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہو جائے اسی طرح جب انسان اندر کی طرف سانس لیتا ہے تو باہر کی تازہ ہوا دل میں پہنچتی ہے- اگر یہ ہوا اندر نہ پہنچے تو دل اپنے اندر کی تپش سے خاکستر ہو جائے اور انسان ہلاک ہو جائے- دن میں چوبیس گھنٹے ہیں اور ہر گھنٹے میں انسان کم از کم ایک ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے اور ہر سانس میں تقریباً دس لحظہ صرف ہوتے ہیں- یعنی انسان پر اللہ کی طرف سے ہر لحظہ میں ہزار نعمتیں نازل ہوتی ہیں- فقط انسان پر ہی نہیں بلکہ اس کے ہر جزوِ بدن پہ- اس لئے عقل مند وہ ہے جو ہر چیز میں نعمتیں تلاش کرے- کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھانے پینے کی اشیاء تک محدود سمجھتا ہے وہ کم علم ہے اس کا دردناک عذاب قریب ہے- یہی وجہ ہے کہ عقل مند انسان کی نگاہ جب بھی کسی چیز پر پڑتی ہے یا جب بھی اس کے دل میں کوئی خیال گزرتا ہے وہ اس میں بھی اللہ کی نعمتیں تلاش کرتا ہے-

گویا ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی ایسی نعمت بنایا ہے کہ اگر غور و فکر شروع کیا جائے تو انسان ورطۂ حیرت میں چلا جائے کہ کیسی کیسی نعمتیں خالق کریم نے انسان کو عطا فرما رکھی ہیں-

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

قرآن کریم میں غوطہ زنی کی جائے تو معلوم ہو کہ رب کریم نے مسلمانوں کو اور خاص کر مدینہ میں بسنے والوں کو ان تمام نعمتوں کے علاوہ کیا کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

فَاٰوٰكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"[19]

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب تم (مکی زندگی میں عدداً) تھوڑے (یعنی اقلیّت میں) تھے ملک میں دبے ہوئے تھے (یعنی معاشی طور پر کمزور اور استحصال زدہ تھے) تم اس بات سے (بھی) خوفزدہ رہتے تھے کہ (طاقتور) لوگ تمہیں اُچک لیں گے (یعنی سماجی طور پر بھی تمہیں آزادی اور تحفظ حاصل نہ تھا) پس (ہجرت مدینہ کے بعد) اس (اللہ) نے تمہیں (آزاد اور محفوظ) ٹھکانا عطا فرما دیا اور (اسلامی حکومت و اقتدار کی صورت میں) تمہیں اپنی مدد سے قوت بخش دی اور (مواخات، اموالِ غنیمت اور آزاد معیشت کے ذریعے) تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا فرما دی تاکہ تم (اللہ کی بھرپور بندگی کے ذریعے) اس کا شکر بجالا سکو"۔

یعنی ان تمام نعمتوں کا مقصد یہ تھا کہ انسان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور عمل کی گواہی کے ذریعے اس کا شکر بجالائے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اس عطا پہ تینوں مراحل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ انہوں نے آقائے دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت اور عطا کردہ سلطنت کی حفاظت کی جیسا کہ اس کی حفاظت کا حق تھا۔ کیونکہ اللہ کے حضور اس کی نعمتوں کا شکر بجالایا جائے۔

اس تمہید کے بعد اب بنیادی نکتے کی جانب آئیں۔ موت ایک برحق حکم ہے جس سے کسی کو فرار نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید ہر مشکل کی کنجی، ہر مسئلے کا حل، گمراہی میں رہنمائی کا ذریعہ اور تاریکی میں نور ہے۔ جب سورۃ الانفال کی اس آیت کو دیکھتا ہوں تو میرے سامنے پاکستان آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس وقت کو یاد کرو جب تم قلیل تھے۔ تفاسیر کا مطالعہ کیا جائے تو جس طریق سے مفسرین کرام نے مکہ کی حالت بیان کی ہے کہ مسلمان قلیل و کمزور تھے، دشمن انہیں اُچک لینا چاہتا تھا، تو میری نظر متحدہ ہندوستان میں چلی جاتی ہے، جہاں انگریزی سامراج کے بعد ہم اقلیت و کمزور تھے، ہمارے اوپر دشمن غالب تھا اور ہمیں اچک لینا چاہتا تھا، ہمارا تشخص اور وجود ختم کرنا چاہتا تھا۔ سورہ انفال میں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں یاد کرو ہم نے تمہیں ایک محفوظ ٹھکانا عطا کیا، اپنی طاقت اور نصرت سے تمہاری مدد فرمائی، اِس سر زمین پہ رزق کے دروازوں کو کشادہ کر دیا۔ اس لئے جب قرآن کریم کا آج پر اطلاق کیا جائے تو دیکھتا ہوں مجھے پاکستان نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُس وقت مسلمانوں کی جماعت کو کفار کے دست ظلم سے محفوظ کیا، ان کو ایک ٹھکانا عطا کیا جس طرح اُس وقت اللہ نے مومنوں کو دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی اللہ نے اہلیانِ پاکستان کو کمزوری اور وسائل کی کمی کے باوجود ہر محاذ پہ دشمن پر غلبہ عطا کیا اور پاک چیزوں سے رزق عطا کیا۔

میرے بھائیو! جس طرح اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو وافر پانی بخشا، ہری بھری کھیتیاں دیں، باغات دیے، تجارت کے بہترین راستے دیے، اسی طرح اس مدینہِ ثانی پاکستان کو بھی اللہ تعالیٰ نے چاروں موسم عطا فرمائے، باغات دیے، کھیتیاں بخشیں، وافر پانی اور تجارت کے اعلیٰ ترین راستے عطا فرمائے "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"، تاکہ ہم شکر گزار بندے بن جائیں۔

حضرت ضحاک (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"اَلْحَمْدُ رِدَاءُ الرَّحْمٰنِ"[20]

"شکر رحمٰن کی چادر ہے"۔

شکر کیلئے سب سے پہلے اعترافِ ضروری ہے یعنی ہم پہ لازم تھا کہ ہم یہ اعتراف کرتے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آج ہندوستان میں مسلمانوں پہ جو ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں ہمارا حال و شمار بھی ان میں ہوتا۔ ہمارے لئے اس سے بڑھ کر شرم سے جھک جانے کا مقام نہیں کہ ہماری قوم کے بیٹے اور بیٹیاں "Competitive Exam" میں گاندھی کو اپنے رول ماڈل کے طور پر لکھتے ہیں۔

[19](الانفال:26)
[20](احیاء علوم الدین)

تاریخ کے طالب علموں! قائد اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ) کی جنگ RSS،BJP اور کانگریس سے تھی- یہی وجہ تھی کہ قائد اعظمؒ بارہا اس بات کا اعلان کرتے تھے کہ گاندھی اور جواہر لال نہرو انگریز راج کے بعد، ہندوستان میں برہمن راج مسلط کرنا چاہتے ہیں- جس وقت 1971ء میں بنگلادیش بنا، مشرقی پاکستان ٹوٹا، تو یہ جسے آج ہندوستان کی اعتدال کی جماعت کہا جاتا ہے، اس کی لیڈر، جواہر لال نہرو کی بیٹی مہاتما گاندھی کی پیروکار اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے مسلمانوں سے ایک ہزار سالہ اقتدار کا بدلہ لے لیا اور دو قومی نظریہ کو ہم نے بحیرہ عرب میں پھینک دیا- آج مودی بھی یہی بات کر رہا ہے- اس لئے کسی بھی مغالطے اور غلط فہمی میں نہ رہیں کیونکہ مودی بھی اندرا گاندھی، جواہر لال نہرو، موتی لال نہرو اور مہاتما گاندھی کی سوچ کا تسلسل ہے- فرق صرف یہ ہے کہ وہ بات مکاری سے کرتے تھے جبکہ مودی بات مکاری سے نہیں کرتا، وہ منافق تھے یہ منافق نہیں ہے- مودی دشمن ہے تو دشمنی کا برملا اعتراف کرتا ہے- وہ بھی دشمن تھے مگر بات کو منافقانہ طریقوں سے پردوں میں کرتے تھے-

آج ہر طرف شور برپا ہے کہ مودی "نیشنل رجسٹر آف سٹیزن شپ" لا رہا ہے جس کے باعث وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو "سٹیزن آف نو کنٹری" کر دیگا، یعنی بھارت کے مسلمان کسی ملک کہ شہری نہیں رہیں گے، ان کی شہریت منسوخ کی جائے گی- تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کریں کہ جب 1937ء میں کانگرس کو وزارتیں ملیں انہوں نے کیا کیا؟ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظمؒ نے کہا تھا کہ میں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر تھا مگر میں ہندوؤں کے عزائم کو سمجھ گیا، اس لیے میں کہتا ہوں اگر مسلمان اپنی بقا چاہتے ہیں تو اپنی الگ مملکت کی جدوجہد کریں- لہذا پاکستان اللہ تعالی کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے-

لیکن افسوس! ہم اس نعمت کا صحیح معنوں میں شکر ادا کرنے کی بجائے نسلی، لسانی، صوبائی اور علاقائی عصبیتوں میں بٹے رہے اور حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) نے پاکستان سے وفا کا جو تصور پیش کیا تھا اس کو بھلا بیٹھے کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

یاد رکھیں! جب نعمت ملنے پہ کفر کیا جاتا ہے تو از روئے قرآن نعمت کو گھٹا دیا جاتا ہے- لیکن اگر نعمت کا شکر زبان، دل اور عمل سے کیا جائے تو نعمت کو بڑھا دیا جاتا ہے- اس لئے آج پاکستان سے عزمِ وفا، اِن عصبیتوں سے نکل کر اقبالؒ اور محمد علی جناحؒ کے تصورِ پاکستان کو اپنانے کی ضرورت ہے جو پاکستان کی بنیاد "لا الہ الا اللہ" پہ استوار کرتے ہیں-

آج کل سوشل میڈیا پہ کوئی اپنی لسانی اور نسلی بنیاد پہ تفرقے کی بات کرتا ہے- لیکن یاد رکھیں کہ یہ شناختیں محض تعارف کی ہیں- اپنے قبائل کے پرچم قومی زندگی کے پرچم نہیں ہیں- بلکہ قومی زندگی کا پرچم ایک بلند ترین قومی عزم ہوتا ہے- ایک بلند ترین روحانی شناخت پہ قوم کی بنیاد رکھی جاتی ہے لیکن افسوس ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں-

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ استعمار کی دشمنی صدّام حسین سے تھی- اگر استعمار کی دشمنی صدام حسین سے تھی تو اس کے مخبروں پہ کیوں ڈرون اٹیک ہوئے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی دشمنی صرف صدام حسین، معمر القدافی، قاسم سلیمانی، شاہ فیصل، بھٹو صاحب، ضیاء الحق اور لیاقت علی خانؒ سے نہیں ہے بلکہ اُن کی دشمنی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والوں سے ہے-

افسوس! کہ ہمارے معاشرے میں بھی مختلف ذرائع سے شائع اور نشر ہونے والے اشتہارات لبرل ازم اور سیکولر ازم کے نام پہ فحاشی و عریانی کو فروغ دے رہے ہیں- لیکن غضب یہ ہے کہ اس مسئلہ پہ شرفاء اور عزت دار خاموشی سادھے جبکہ بدمعاش اپنی کاوشیں کر رہے ہیں- اس لئے شرفاء کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی ندائے شرافت بلند کریں-

میرے دوستو! ہماری پہلی کمٹمنٹ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے اور اس کے بعد اس کلمہ کی بنیاد پہ قائم ہونے والی یہ عظیم ترین اسلامی، روحانی اور نظریاتی مملکت ہے- ہم فرزندِ اسلام اور فرزندِ پاکستان ہیں- ہم لسانی، سماجی، صوبائی اور نسلی عصبیتوں کی نفی کرتے ہیں-اس لئے ہم پہ یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے نونہالوں کی تربیت اس اصول پہ کریں، اُن کو یہ بتائیں کہ ہماری شناخت اور اللہ کا ہم پہ انعام کیا ہے-اس لئے جہاں ہمیں اخلاقی و روحانی تربیت کی ضرورت ہے وہاں ہمیں قومی تربیت کی بھی ضرورت ہے-کیونکہ جس عقیدہ سے ہم محبت کرتے ہیں وہ ہمیں پاکستان سے محبت سکھاتا ہے-

اختتام کی جانب بڑھتے ہوئے قارئین کی توجہ اس جانب دلانا چاہوں گا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی موضوع سے متصل ایک اور فلسفہ سمجھایا ہے کہ جب شیطان صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا تو اس نے کہا:

”قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ“[21]

”اس (ابلیس) نے کہا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (مجھے قسم ہے کہ) میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لیے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تا آنکہ انہیں راہِ حق سے ہٹادوں)“-

”ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ“[22]

”پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور (نتیجتاً) تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا“-

آج جو نعمتِ پاکستان کو جھٹلاتا ہے اس آیتِ قرانی کی رو سے وہ شیطان کا ساتھی ہے اور جو اس نعمت کی قدر اور اس کے استحکام و سالمیت کے لئے لڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں کھڑا ہے-اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم رحمٰن کے قریب ہو جائیں اور شیطانی کی فکر و سوچ سے دور کریں-ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کریں جو پاکستان اور اس کی نظریاتی اساس کے خلاف بات کریں-

درج بالا گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں شکر لازم ہے- انفرادیت میں شکر کی شرائط، زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور عمل سے نمونہ پیش کرنا ہیں جبکہ اجتماعیت میں بھی یہی شرائط ہیں کہ قوم با آوازِ بلند پاکستان کو نعمتِ باری تسلیم کرے-اُس کے بعد دل سے اس بات کی تصدیق کرے اور جو شکوک و شبہات دلوں میں پل رہے ہیں انہیں زائل کر دیا جائے اور ایسے لوگ جو پاکستان اور اس کے اساسی تصور کی نفی کریں انہیں بھی اٹھا کر بارڈر پار پھینکنا چاہئے ”پہنچے وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر ہو“ اور پھر اپنے عمل سے اُس قومی یکجہتی کا ثبوت دیا جائے- ہمیں فخر کرنا چاہیے اُن لوگوں پہ جو پاکستان پہ قربان ہوئے وہ چاہے افواجِ پاکستان سے تھے یا دیگر اداروں سے- جس نے جہاں بھی ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے نظریہ پہ معرض وجود میں آنے والی قوم پہ قربانی دی ہے وہ نہ صرف محسنِ پاکستان اور محافظِ پاکستان ہے بلکہ وہ محسن اسلام اور محافظِ اسلام ہیں-

سرِ خاکِ شہیدے برگہاے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد

یعنی میں شہید کے سرہانے گیا اور اُس کی قبر پہ پھولوں کا نذرانہ پیش کیا-کیونکہ اُس کے خون نے میری ملت کو زندگی بخشی ہے-

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی خانقاہ سے اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ آئیں اپنی اخلاقی، روحانی تربیت کے ساتھ اپنی ملت کی نظریے اور اس کی اساس کی تربیت حاصل کریں- تاکہ ہم دینِ اسلام اور پاکستان کے صحیح نظریاتی پہرہ دار بن سکیں- اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے- آمین!

☆☆☆

[21](الاعراف:16)

[22](الاعراف:17)

اسلامی شعار کا تقدس و تحفظ

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

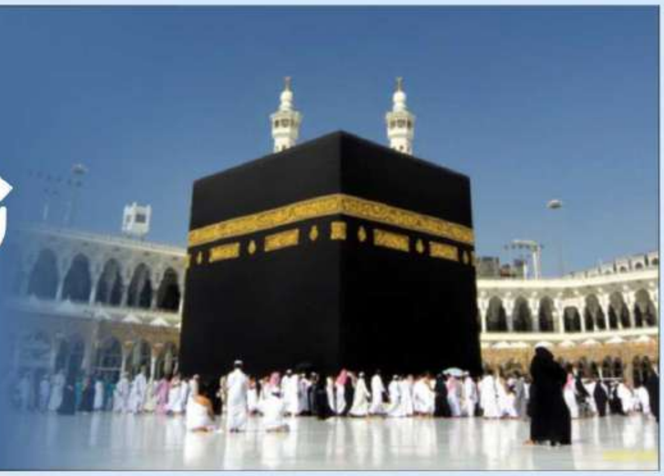

دنیا کی ہر قوم اور جماعت کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے جس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ فلاں مذہب یا نسل سے تعلق رکھتی ہے-جس طرح مختلف اداروں (عسکری یا تعلیمی وغیرہ) کی پہچان ان کے لباس سے ہی ہو جاتی ہے- اسلام دنیا کا مہذب اور منظّم ترین مذہب ہے- یہ بھی اپنی الگ پہچان اور دل کش شعائر کا حامل ہے- اس کے ماننے والے خاص طریقے سے عبادت کرتے ہیں اور خاص قسم کا اسلوب زندگی رکھتے ہیں- مسلمانوں کی اصطلاح میں ان خاص امور کو شعائرِ اسلام کہا جاتا ہے، یعنی ’’اسلام کی علامات‘‘-

قرآن مجید، احادیث رسول مقبول (ﷺ) اور ائمہ دین کی کتب میں شعائر اللہ کا ذکر و اہمیت بالتفصیل ملتا ہے جس سے آشنائی کیے بغیر اسلام کی کامل تفہیم مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے-اب ہم ذیل میں شعائرِ اسلام کی تعریفات و احکام کو زیبِ قرطاس کرنے کی سعی سعید کرتے ہیں-

تعریفات ووضاحت:

شعائر جس کی معانی علامت کے ہیں ہمارے دین میں جن چیزوں کو شعائر اللہ کہا گیا ہے، ان کی حقیقت پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی اللہ عزوجل کی طرف رغبت دلانے والی اور دین کی طرف مائل کرنے والی ہیں-یہ بالکل درست ہے کہ یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں ہوتی بلکہ حقیقی مقصود اس میں پوشیدہ حقائق (یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا) ہیں- جس کے حصول کے لیے شعائر اللہ کی تعظیم و توقیر لازم ہے-اب ہم ذیل میں اس کی تعریفات کا نظرِ عمیق کے ساتھ جائزہ لیتے ہیں-

ابن منظور الافریقی (﷫) لفظ ’’شعار‘‘ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

’’یہ شعیرہ کی جمع ہے اور (شعار) ہر وہ چیز ہے جس کو اللہ عزوجل کی اطاعت کی نشانی بنایا گیا ہو جیسا کہ وقوف، طواف، سعی، رمی اور ذبح وغیرہ‘‘-[1]

علامہ بدر الدین عینی (﷫) رقمطراز ہیں:

’’الشعائر ’’شعیرہ‘‘ کی جمع ہے، جوہری نے فرمایا ہے کہ ’’الشعائر‘‘ حج کے اعمال ہیں اور ہر وہ چیز ہے جس کو اللہ عزوجل کی اطاعت کی علامت اور نشانی بنایا گیا ہے- زجاج نے فرمایا: اللہ عزوجل کی عبادت کی تمام جگہیں شعائر اللہ ہیں یعنی جن کو کسی عبادت کی علامت بنادیا گیا وہ شعائر ہیں اور ایک قول کیا گیا ہے کہ ہر وہ عمل جس کو کسی خاص عبادت کے لیے معین کیا گیا ہو وہ شعار ہے- امام حضرت حسن بصری (﷫) کا قول ہے کہ دین کے احکام اللہ پاک کے شعائر ہیں‘‘-[2]

’’تفسیر خزائن العرفان‘‘ میں مرقوم ہے:

’’شعائر اللہ سے دین کے اعلام یعنی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، جمار ثلثہ، صفا، مروہ، منٰی، مساجد یا ازمنہ جیسے رمضان، اشہر حرام،

[1](لسان العرب، ج:4، ص:414-415)

[2](عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ)

عید الفطر و اضحیٰ، جمعہ، ایاّم تشریق یا دوسری علامات جیسے اذان، اقامت نمازِ با جماعت، نمازِ جمعہ، نماز عیدین، ختنہ یہ سب شعائر دین ہیں"-[3]

"شعائر اللہ" کی وضاحت میں مفتی احمد یار خان نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"شعائر سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی تعظیم رب تعالیٰ کی عبادت کی نشانی ہو یا وہ نشان جن کے قیام کا رب تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہو لہٰذا وہ جگہ، وہ وقت اور وہ علامات جو دین کی نشانیاں ہیں وہ سب شعائر اللہ ہیں- کعبہ، عرفات، مزدلفہ، صفا، مروہ، منیٰ، مسجدیں، بزرگانِ دین کے مقابر وغیرہ ایسے ہی رمضان، عید، جمعہ وغیرہ- ایسے ہی اذان، تکبیر، جماعتِ نماز، ختنہ، داڑھی، وغیرہ شعائرِ دین ہیں یعنی دین کی پہچانیں دیکھو- یہاں رب تعالیٰ نے شعائر جمع کثرت ارشاد فرمایا اور "من تبعیضیہ" جس سے معلوم ہوا کہ شعائر اللہ تو بہت ہیں ان میں سے ایک صفا مروہ بھی ہیں- لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف صفا مروہ پہاڑ اور ہدی کے جانور کا شعائر اللہ ہونا ثابت ہے اور شعائر اللہ کہاں سے ہوئیں؟ (اس سوال کا جواب یہ ہے) کیونکہ شعائر جمع کثرت ہیں جو دس سے زیادہ پر بولی جاتی ہے- قرآن پاک نے بتایا کہ اسلام میں بہت سے چیزیں شعائر اللہ ہیں- صفا مروہ کی طرح جس کو مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ (سب) شعائر اللہ ہیں"-[4]

علامہ غلام رسول سعیدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"شعائر "شعیرہ" کی جمع ہے- شعیرہ کے معانی علامت ہے اور شعائر اللہ کا معانی ہے، اللہ عزوجل کے دین کی علامتیں اور خصوصیات اور وہ اعمال جن کو اللہ عزوجل نے عبادت اور دین کی علامتیں قرار دیا ہے"-[5]

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں کم و بیش درج ذیل (اوقات، اشیاء، مقامات اور عبادات) "شعائر اللہ" میں داخل ہیں-

1. **اَوقات:** ماہِ رَمضان، حُرمت والے مہینے، عیدین، جُمعہ، ایامِ تشریق-
2. **اشیاء، مقامات اور عبادات:** قرآنِ مجید، کعبہ، میدانِ عَرَفات، مُزدلفہ، تینوں جَمرات، صَفا، مَروہ، مِنیٰ، مساجد، اَنبیاء کرام (علیہم السلام)، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور اولیاء اللہ کے تبرکات و مزارات، اَذان، اِقامت، نمازیں، داڑھی رکھنا، قُربانی-

"شعائر اللہ" میں جو چیزیں شامل ہیں مذکورہ بالا تصریحات سے ان کے احوال معلوم ہوئے، اب ہم ذیل میں قرآن و سنت اور اقوالِ ائمہِ دین کی روشنی میں اس کے احکام و اہمیت کو زیبِ قرطاس کرنے کی سعی سعید کرتے ہیں-

قرآن وسنت اور شعائر اللہ کا تقدس:

1- "اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ"[6]

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں"-

مفتی احمد یار خان نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"دینی شعائر یعنی علامتوں کا برقرار رکھنا سنتِ الٰہی ہے جیسے صفا مروہ کو اللہ رب العزت نے باقی رکھا کیونکہ یہ بزرگوں کی یادگار ہیں- لہٰذا بزرگانِ دین کے تبرکات اور ان کے روضے وغیرہ باقی رکھے جائیں تاکہ انہیں دیکھ کر ایمان تازہ کریں- (مزید ارشاد فرمایا) ناجائز کاموں کی وجہ سے سنت نہیں چھوڑی جا سکتی لہٰذا قبورِ اولیاء پر گانے کی وجہ وغیرہ کی وجہ سے زیارتِ قبر جو سنت ہے نہ چھوڑی جائے گی- (البتہ ناچ گانے اور دیگر منہیات شرعیہ

---

[3](تفسیر خزائن العرفان، زیرِ آیت، البقرۃ:158)

[4](تفسیر نعیمی، زیرِ آیت، البقرۃ:158)

[5](تبیان القرآن، زیرِ آیت، البقرۃ:158)

[6](البقرۃ:158)

کی روک تھام کی جائے) جیسے بتوں کی موجودگی میں خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی بند نہ ہوئی"-[7]

2-"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ"[8]

"اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"-

امام بیضاوی (رحمۃ اللہ علیہ) "شعائر اللہ" کی تفسیر میں ایک قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"شعائر اللہ" ہی اللہ عزوجل کا دین ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ أَيْ دِيْنَهٗ"

"اور جو اللہ کے نشانیوں یعنی اس کے دین کی تعظیم کرے"-

اس کی تفسیر میں "ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے امام محمد بن ابی موسیٰ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"وقوف، مزدلفہ، جمار، رمی، حلق اور بُدن "شعائر اللہ" میں سے ہے- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ سب سے بڑی "شعائر اللہ" بیت اللہ ہے"-[9]

3-"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ"

"اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان"-

اس کی تفسیر میں امام رازی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"شعائر اللہ کسی ایک معین چیز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مکلفات کو شامل ہے اور حضرت حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول اس کے قریب ہے کہ "شعائر اللہ" اللہ عزوجل کا دین ہیں"-[10]

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وهي كل ما كان لله عزوجل من الهدى وغيره"[11]

"اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ عزوجل کے لیے ہو مثلاً ہدی وغیرہ"-

4-"قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ"

"اور اے محبوب (ﷺ) فرمادیجئے ہنسے جاؤ اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے اور اے محبوب (ﷺ) اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے- تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (ﷺ) سے ہنستے ہو- بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر"-

ان آیات مبارکہ کا شانِ نزول بیان فرماتے ہوئے علامہ ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے تین روایات رقم فرمائیں، جن میں غزوہ تبوک کے موقع پہ مسلمانوں کی تعداد کی کمی کو موضوعِ بحث بناکر مذاق اڑایا گیا- اختصار کی خاطر ایک روایت زیبِ قرطاس کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں:

"غزوہ تبوک کے موقع پر ایک مجلس میں ایک شخص (منافق) نے کہا کہ میں نے ان قاریوں سے زیادہ کھانے میں پیٹو، کلام میں جھوٹے اور لڑائی میں بزدل کسی اور کو نہیں دیکھا- مسجد میں سے ایک دوسرے شخص نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تم منافق ہو- مَیں رسول اللہ (ﷺ) کو ضرور بتاؤں گا- پس رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس میں یہ بات پہنچی تو قرآن حکیم کی آیات نازل ہوئیں- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا وہ رسول اللہ (ﷺ) کی اونٹنی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا اور پتھر اس کے پاؤں کو زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم تو یونہی

[7](تفسیر نعیمی، زیر آیت، البقرۃ:158)

[8](الحج:32)

[9](تفسیر ابن کثیر، زیرِ آیت، الحج:32)

[10](مفاتیح الغیب، زیرِ آیت، المائدہ:02)

[11](تفسیر الامام الشافعي زیر آیت، المائدہ:02)

آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے اور (سیدی رسول اللہ (ﷺ) اس کی طرف نظر التفات نہیں فرما رہے تھے) اور آپ (ﷺ) یہ آیات مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے:

"قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ"[12]

5- "وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ"[13]

"اور جب تم نماز کیلیے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لیے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں"۔

اس آیت مبارک کے تحت علامہ جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

"مدینہ طیبہ میں ایک (بدبخت) عیسائی تھا جب وہ سیدی رسول للہ (ﷺ) کے مؤذن کو سنتا کہ وہ (اپنی زبان مبارک سے) پکار رہا ہے "أشهد أن محمدًا رسول الله" تو وہ ملعون کہتا: "حُرِّق الكاذب" (معاذاللہ)- ایک رات اس کی خادمہ آگ لائی تو وہ اور اس کے گھر والے سوئے ہوئے تھے- آگ سے ایک شرارہ اُڑا تو تمام گھر جل گیا اور وہ نصرانی اور اس کے گھر کے لوگ بھی جل گئے"۔

اس روایت مبارک سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اللہ کے دین کی علامت کی اہانت کا ارتکاب اگر ایک غیر مسلم نے بھی کیا تو اللہ عزوجل نے اس کو ذلت و رسوائی سے دوچار فرمادیا-

6- "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا"[14]

"اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے ان کو دوست نہ بناؤ"۔

اس آیت مبارک کی روشنی میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے ایسے لوگوں کی رفاقت اختیار کرنے سے منع فرمایا جو اللہ عزوجل کے دین متین کو کسی بھی حوالے سے مذاق اڑاتے ہیں اور شعائر اللہ کی توہین کرتے ہیں دوسری بات اگر بفرض محال اگر ایسے مقامات یا ایسی محافل سے گزر ہو جہاں شعائر اللہ (زمان، مکان یا اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندوں کے مزارات و تبرکات وغیرہ) کی بے ادبی ہو رہی ہو تو چاہیے کہ وہ فورًا وہاں سے اٹھ جائے- جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان مبارک ہے:

"وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا"[15]

"اور بے شک اللہ عزوجل تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ عزوجل کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا"۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں ایک روایت مبارک رقم فرماتے ہیں کہ:

"جب مسلمان سجدہ کرتے تو یہود اور مشرکین ان کا مذاق اڑاتے تھے اور جب مسلمان اذان دیتے تو وہ کہتے یہ اس طرح چلا رہے ہیں جیسے قافلے والے چلاتے ہیں"۔[16]

اللہ عزوجل نے سابقہ آیت مبارک کے حکم مبارک کی طرح اسی چیز کو دوسرے مقام پہ یوں بیان فرمایا:

"وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"[17]

[12] (تفسیر ابن کثیر، زیر آیت، 65-66)
[13] (المائدہ:58)
[14] (المائدہ:57)
[15] (النساء:140)
[16] (تبیان القرآن زیر آیت، النساء:140)
[17] (الانعام:68)

"اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ"۔

7-اگر کوئی باوجود علم ہونے کے دینی شعائر کا مذاق اڑانے سے باز نہیں آتا تو اللہ عزوجل کے فرامین مبارکہ کو بار بار پڑھنا چاہیے-ایک اور مقام پہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ إِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ"[18]

"اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے تو اسے مذاق بناتا ہے ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے"۔

مزید ارشاد فرمایا:

"وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"[19]

"اور انہیں گھیر لے گا وہی عذاب جس کی ہنسی اڑاتے تھے"۔

شعائرِ اسلام کی (معاذ اللہ) بے ادبی و گستاخی قبل از اسلام کے منافقین کا بھی وطیرہ رہا ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"[20]

"اور اُن کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا اس کی ہنسی ہی بنایا گیا"۔

دینی شعار کا مذاق اڑانے والوں کو مذکورہ آیات مبارکہ ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہیے جس میں "شعائر اللہ" کا مذاق اڑانا کفار و مشرکین کا طریق بتایا گیا ہے-انہیں آیات مبارکہ و احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہائے امت نے "شعائر اللہ" کی توہین و مذاق کو کفر گردانا ہے-

آج کا دور دورِ فتن کہلاتا ہے، اس میں سلامتی ایمان ایک چیلنج سے کم نہیں ہے-اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

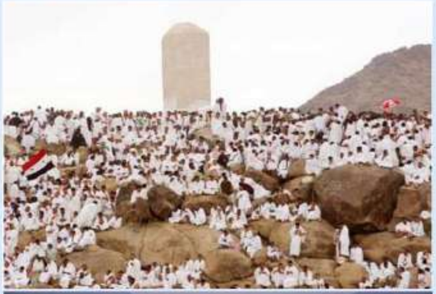

"حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"قیامت سے پہلے فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے اور آدمی ایمان کی حالت میں صبح کرے گا-تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایمان کی حالت میں ہو گا تو صبح کافر ہو جائے گا اور کئی اقوام دنیاوی مال کے عوض اپنا دین بیچیں گی"۔[21]

اس لیے ضروری ہے کہ دین کے معاملے کو باریک بینی سے دیکھا جائے، کیونکہ ذرا سی غفلت کا نتیجہ بعض اوقات ایمان سے ہاتھ دھونے کی صورت میں ملتا ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"بے شک بندہ ایک بات کہتا ہے جس میں اللہ عزوجل کی رضا ہوتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اللہ عزوجل اس کی اس بات کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرماتا ہے اور ایک بندہ کوئی بات کہتا ہے جس میں اللہ عزوجل کی ناراضگی ہوتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ اس بات کی وجہ سے جہنم میں گر جاتا ہے"۔[22]

مزید روایت مبارک ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللهِ، لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا، فَيَهْوِي بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا"[23]

"آدمی (بعض اوقات) کوئی ایسی بات بول دیتا ہے جو اللہ کو ناراض کر دینے والی ہوتی ہے، جبکہ وہ (اُس کے

[18] (الجاثیہ:09)

[19] (الجاثیہ:33)

[20] (الزخرف:7)

[21] (سنن الترمذی، ابواب الفتن)

[22] (صحیح البخاری، کتاب الرقاق)

[23] (سنن ابن ماجہ، باب کف اللسان فی الفتنہ)

بولنے میں) برائی خیال تک نہیں کرتا، مگر وہ اس کی وجہ سے جہنم کے اندر ستر سال تک گرتا چلا جاتا ہے‘‘-

اگر ہم باوجود مسلمان کہلانے کے ہمارے گھروں میں غیر مسلم کلچر پروان چڑھ رہا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان ذیشان پیشِ نظر رکھیں کہ ’’مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ‘‘[24]

’’جو آدمی جس قوم کے ساتھ مشابہت رکھے گا، وہ انہیں میں سے ہے (یعنی وہ آخرت میں اسی قوم کے ساتھ اٹھایا جائیگا)‘‘-

ایک اور مقام پہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

’’أنت مع من أحببت‘‘[25]

’’تو (یعنی تیرا حشر اس کے ساتھ ہوگا) جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے‘‘-

نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ شعائر اللہ صرف وہ ہیں جن کو اللہ عزوجل اور اس کے حبیبِ مکرم، شفیعِ معظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مقرر فرمایا اور فقہاء و محدثین نے قرآن و سنت کی روشنی میں جن کی نشاندہی فرمائی ہے- اس لیے ہر شخص کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی کو شعائر اللہ قرار دے کر اس کی تعظیم کو لازم قرار دے-

حرفِ آخر:

ہر ذی شعور یہ بات جانتا ہے کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کی ایک ظاہری وجہ یہ بھی تھی کہ ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے لیے اسلامی شعار (قربانی وغیرہ) پہ کماحقہ عمل پیرا نہیں ہوسکتے تھے- اس لیے مندرجہ بالا حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسلمان پہ لازم ہے کہ وہ باطل کی سازشوں کو سمجھتے ہوئے ان کا شکار ہونے کی بجائے ان کے سامنے مضبوط بندھ باندھے اور اپنے مسلمہ عقائد کے ساتھ ساتھ اسلامی شعار کے تحفظ کو بھی یقینی بنائے-

آج لمحہ فکریہ ہے کہ قرآن پاک نے تو مذاق اڑانا کفار و مشرکین کی روِش و طریق قرار دیا ہے لیکن بدقسمتی سے آج ہمیں کئی نام نہاد مسلمان بھی ایسے نظر آتے ہیں جو قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، دینی کتابوں، دستار، داڑھی، مدرسہ، دینی وضع وغیرہ کو طعنہ و تشنیع کا نشانہ بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے- جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں لوگوں نے دستار کو ترک کیا وہاں مساجد و مدارس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے سے کترانے لگے اور لوگوں نے دین کی تعلیم کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے-

ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود الحمد للہ! آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ سرپرست اعلیٰ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین، صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کی زیرِ قیادت جو مدارس کام کررہے ہیں اس میں عصری تقاضوں کے عین مطابق کورسز کو مرتب کیا گیا ہے- جن میں نہ صرف عقائد کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ہے بلکہ شعائرِ اسلام پہ پہرہ بھی ان کا مقصدِ حیات ہے اور آپ (مدظلہ الاقدس) کے زیرِ قیادت قائم ہونے والے مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کے سینے نہ صرف معرفتِ الٰہیہ سے روشن ہوں گے بلکہ وہ دین کا کامل شعور اور دورِ حاضر کے مکمل تقاضوں کا بھی ادراک رکھتے ہوئے شعائرِ اسلام پہ پہرہ بھی دیں گے- ان شاء اللہ عزوجل

☆☆☆

[24] (سنن ابی داؤد، بابٌ فِي لُبْسِ الشُّهْرَةِ)

[25] (صحیح البخاری، باب مناقب عمر بن الخطابؓ)

سیدنا عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ)

مفتی محمد شیر القادری
دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھوؒ، دربار حضرت سلطان باھوؒ

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قرابت داروں میں جن لوگوں کے دلوں میں رب تعالیٰ کی بندگی کا ذوق راسخ ہوا انہوں نے محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سرشار ہو کر ترک و توکل اختیار کرتے ہوئے دین اسلام کی نصرت میں بھرپور حصہ لیا- آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحبت نے ان کو نئی فکر اور ایسے اصول و ضوابط سے آشنا کیا جس کے مطابق زندگی گزار کر وہ لوگ فقید المثال بن گئے - ان شریف النسب و اعلیٰ حسب لوگوں میں خاتم المہاجرین، حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کی ذاتِ اقدس ایک منفرد و نمایاں مقام رکھتی ہے- آپ (رضی اللہ عنہ) سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عم بزرگوار (محبوب چچا) ہیں- آپ (رضی اللہ عنہ) کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں ہوتا ہے-

اسم مبارک و کنیت:

آپ (رضی اللہ عنہ) کا اسم گرامی عباس بن عبد المُطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے- آپ (رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابو الفضل ہے-[1]

ولادت باسعادت و بچپن:

حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) عام الفیل سے تین سال پہلے پیدا ہوئے-[2] آپ (رضی اللہ عنہ) آقا کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تین سال بڑے ہیں- مغیرہ بن ابی رزین (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

”حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) بڑے ہیں یا حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: عمر میری زیادہ ہے لیکن حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھ سے بڑے ہیں“-[3]

آپ (رضی اللہ عنہ) کے بچپن کے بارے میں ایک روایت منقول ہے کہ:

”حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) بچپن میں لاپتہ ہو گئے؛ آپ (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ماجدہ ”نَتِیلَۃُ بِنْتُ جَنَابٍ“[4] نے منت مانی کہ انہیں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) مل جائیں تو بیت اللہ شریف کو لباس پہنائیں گی- جب آپ (رضی اللہ عنہ) مل گئے تو آپ (رضی اللہ عنہ) کی والدہ نے نذر پوری کی- یوں آپ (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ماجدہ وہ پہلی عربی خاتون ہیں جن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے کعبۃ اللہ پر ریشمی پردے لٹکائے اور مختلف اقسام کے قیمتی کپڑوں (حریر و دیباج) سے بیت اللہ شریف کو مزین کیا“-[5]

آپ (رضی اللہ عنہ) کی حیاتِ مبارکہ کے ابتدائی حالات:

آپ (رضی اللہ عنہ) دراز قد، سفید رنگ والے، بہت خوبصورت تھے-[6] اللہ پاک نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو حسن و جمال سے نوازا تھا یہی وجہ ہے کہ اہل قریش نے آپ (رضی اللہ عنہ) کے علم، شجاعت، سخاوت، سیادت اور خاندانی صلہ رحمی دیکھ کر آپ

---

[1] (جامع الاصول، باب العباس بن عبد المطلبؓ)

[2] (صفۃ الصفوۃ، باب العباس بن عبد المطلبؓ)

[3] (مصنف ابن ابی شیبہ، باب، کتاب التاریخ)

[4] (فتح الباری لابن حجر، باب قولہ کسوۃ الکعبۃ)

[5] (مرقاۃ المفاتیح: باب مناقب اہل بیتؓ)

[6] (البدایہ والنہایہ، باب: ذکر عباس بن عبد المطلبؓ)

(رضی اللہ عنہ) کو بیت اللہ شریف کا محافظ منتخب کیا- جیسا کہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) رقم طراز ہیں کہ:

"حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) مکہ کے سردار اور بہت بڑے رئیس تھے- آپ (رضی اللہ عنہ) کی اطاعت کی جاتی تھی مسجد حرام کی تعمیر اور آبِ زم زم کے پلانے کا اہتمام آپ (رضی اللہ عنہ) کے سپرد تھا- بیت اللہ شریف کی تعمیر اس لیے آپ (رضی اللہ عنہ) کے سپرد ہوئی کیونکہ آپ (رضی اللہ عنہ) اخلاق حسنہ کے مالک تھے اور کعبۃ اللہ کی حرمت کا اس قدر پاس تھا کہ تعمیر کے وقت فضول گفتگو نہ فرماتے تھے- نیز آپ (رضی اللہ عنہ) کے احسن نظم کو دیکھ کر قریش نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ یہ کام صرف حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) ہی سر انجام دیں گے اور قریش آپ (رضی اللہ عنہ) کے معاون و مددگار ہوں گے"-[7]

قبول اسلام:

بلاشبہ تاجدارِ انبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معجزات کا اظہار تخلیقِ کائنات سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا اور ہر دور میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نورِ نبوت اپنی تابانیاں دیکھاتا رہا، اس لیے اللہ پاک نے اہل کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ"[8]

"وہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے"-

اسی طرح مکہ والوں پہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصافِ حمیدہ کسی طرح بھی مخفی نہ تھے- امام بیہقیؒ نے روایت فرمایا کہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کی نشانیوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی- مَیں نے دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بچپن میں گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند اسی طرف جھک جاتا تھا- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا تھا-[9]

آپ (رضی اللہ عنہ) کے باقاعدہ اظہارِ اسلام کے بارے میں امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"جب حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) سے فدیے کا مطالبہ کیا گیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی میرے پاس تو کوئی رقم نہیں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ چچا! وہ مال کہاں ہے جو مکہ میں (جنگ کے لیے روانہ ہوتے وقت) چچی اُم فضل کو دے آئے ہو (اس میں سے فدیے کی رقم ادا کر دو)- آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے علاوہ لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا اور بے شک میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں"-[10]

فضائل و مناقب:

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے فضائل و مناقب میں کثیر ارشادات فرمائے جن میں آپ (رضی اللہ عنہ) کو بشارتوں اور دعاؤں سے نوازا ہے- ان میں کچھ فرامین مبارکہ پیش کرتے ہیں:

1- حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں"-[11]

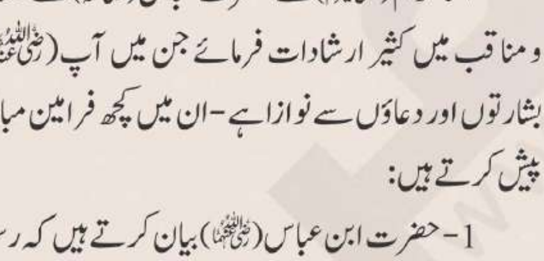

ROZA-E-HAZRAT ABDUL MUTALIB & HAZRAT ABU TALIB (BEFORE DESTRICTION) MACCA

[7] (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب عباس بن عبد المطلبؓ)

[8] (البقرۃ:147)

[9] (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب: ما جاءنی حفظہ اللہ تعالیٰ رسولہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

[10] (سیر اعلام النبلاء، باب العباس عم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

[11] (سنن الترمذی: رقم الحدیث:3759، الناشر: شرکہ مصطفٰی البابی الحلبی مصر)

2- حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جب قریش آپس میں ملتے ہیں تو حسین مسکراتے چہروں سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے (یعنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سن کر شدید جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور میری قرابت کی خاطر آپ سے محبت نہ کرے"۔[12]

3- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا احترام ایسے کیا کرتے تھے جیسے کوئی بیٹا اپنے باپ کا احترام کرتا ہے- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو یہ تخصیص اس لیے دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں میں سے خاص کیا تھا"۔[13]

4- حضرت ابو رافع (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے ارشاد فرمایا:

"اے ابو الفضل آپ کو اللہ تعالیٰ کی اتنی رحمتیں ملیں گی حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔[14]

5- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر تشریف لے گئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے ملے اور ارشاد فرمایا:

"کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں، آپ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی ہاں کیوں نہیں! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کام (حکومت و سلطنت) کی ابتدا فرمائی اور آپ کی اولاد پر اس کو ختم فرمائے گا"۔[15]

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آپ (رضی اللہ عنہ) کا اظہارِ عقیدت:

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آپ (رضی اللہ عنہ) کے تعلق و نسبت کے بے شمار واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں یہاں صرف ایک روایت رقم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں-

خریم بن اوس بن حارثہ بن لام (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تبوک سے واپس لوٹے میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا، میں نے سنا کہ حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعریف کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو کبھی خالی نہ کرے (یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اجازت فرمائی)"-

پھر آپ (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں اشعار پڑھے-

تنقل من صالب الی رحم
اذا مطی عالم بدا طبق

"آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے زمانہ گزرتا رہا اور صدیاں بیت گئیں"-

حتٰی احتوی بیتك المهیمن من
خندف علیاء تحتها النطق

"آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شرافت جو کہ آپ کے فضل و کمال پر شاہد ہے بڑے بڑے خاندانوں پر غالب آگئی کہ باقی تمام خاندان اس بلند مرتبہ کے نیچے ہیں"-

و انت لما و لدت اشرقت الارض
و ضاءت بنورك الافق

"جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین روشن ہو گئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نور سے آسمان چمک اٹھا"-

فنحن فی ذٰلك الضیاء و فی النور
و سبل الرشاد نخترق[16]

[12] (النسائی فی السنن الکبریٰ، باب عباس بن عبد المطلبؓ)

[13] (اتحاف المهرۃ لابن حجر، باب کریب بن ابی مسلم مولی ابن عباس)

[14] (المستدرک الحاکم، باب: ذکر اسلام العباسؓ)

[15] (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاولیاء، باب عبد اللہ بن عباس)

[16] (المستدرک الحاکم، باب: ذکر اسلام العباسؓ)

"ہم اسی نور اور اس کی روشنی میں نیکی کے راستوں میں چلتے ہیں"۔

علمی و فقہی مقام:

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) سے 35 احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری و امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہما) متفق ہیں؛ اور امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک حدیث کے ساتھ اور امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں"۔[17]

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نظر میں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کا مقام:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) آپ (رضی اللہ عنہ) کا بے حد ادب و احترام کرتے اور اپنی ذات پر آپ (رضی اللہ عنہ) کو فضیلت دیتے تھے -بوجہ اختصار ذیل میں صرف دو روایات پر اکتفاء کرتے ہیں:

1- ابن ابی الزِناد (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"جب حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہما) کے پاس سے گزرتے تو وہ (دونوں) اپنی سواری سے نیچے اتر آتے یہاں تک کہ آپ (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس سے گزر جاتے اس حال میں کہ آپ (دونوں) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا کی تعظیم کرتے"۔[18]

2- عزالدین ابن الاثیر (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کو آپؓ کی فضیلت کی وجہ سے پہچانتے، ہمیشہ مقدم رکھتے، مشورہ فرماتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) سے رائے لیتے تھے"۔[19]

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے وسیلے سے بارانِ رحمت ہوئی:

"صحیح بخاری" میں حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

"جب لوگوں پہ قحط پڑا تو حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) کے وسیلے سے بارش طلب فرمائی اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: اے اللہ بے شک ہم تیری بارگاہِ اقدس میں اپنے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وسیلہ پیش کرتے تھے پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں سو تو ہم پر بارش نازل فرما، راوی فرماتے پھر ان پر بارش نازل ہوتی"۔[20]

مزید روایات مبارکہ میں:

"جب حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے بھی بارش کے لیے دعا فرمائی تو اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں میں واپس آئے اور لوگ (جذبہ عقیدت اور جوش مسرت) سے آپ (رضی اللہ عنہ) کی چادر مبارک کو چومنے لگے اور کچھ لوگ آپ (رضی اللہ عنہ) کے جسم مبارک پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے"۔

امام بخاری روایت فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے جو بارگاہِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منظورِ نظر شاعر تھے اس واقعہ کا ذکر اپنے اشعار میں یوں فرماتے ہیں:

سئل الامام و قد تتابع جدتنا
فسقى الغمام بغرة العباس

[17] (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، باب من اسمہ عباس)

[18] (سیر اعلام النبلاء، باب العباس عم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

[19] (اسد الغابہ الفکر، باب عباس بن عبد المطلبؓ)

[20] (صحیح البخاری، کتاب المناقب)

احیی الا له به البلاد فاصب
مخضرة الاجناب بعد الیاس[21]

"امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) نے اس حالت میں دعا مانگی کہ لگاتار کئی سال سے قحط پڑا ہوا تھا تو بادل نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کی روشن پیشانی کے طفیل میں سب کو سیراب کر دیا- معبود برحق نے اس بارش سے تمام شہروں کو زندگی عطا فرمائی اور ناامیدی کے بعد تمام شہروں کے اطراف ہرے بھرے ہوگئے"-

ایمان افروز واقعہ:

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہم مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں اور آپ (رضی اللہ عنہ) کا گھر مسجد کے قریب ہے -اس لیے آپ (رضی اللہ عنہ) اپنا گھر ہمیں دے دیجیے ہم مسجد کی توسیع میں اس کو شامل کر لیں گے اور اس کے بدلے میں آپ (رضی اللہ عنہ) کو اس سے بھی زیادہ وسیع گھر دیتے ہیں- حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے منع کر دیا- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: (اگر آپ (رضی اللہ عنہ) نے رضامندی کے ساتھ یہ مکان ہمیں نہ دیا تو) ہم آپ سے یہ مکان لے لیں گے -حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: آپؓ کو یہ حق نہیں پہنچتا، یہ لوگ حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور ان کو پورا معاملہ سنایا- حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس سلسلے میں میرے پاس ایک حدیث موجود ہے -انہوں نے پوچھا: وہ کیا؟

حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب حضرت داؤد (علیہ السلام) نے بیت المقدس کی توسیع کرنا چاہی اور مسجد کے قریب جو مکان تھا وہ ایک یتیم کا تھا- حضرت داؤد (علیہ السلام) نے وہ مکان مانگا لیکن اس نے دینے سے انکار کر دیا، حضرت داؤد (علیہ السلام) اس سے وہ مکان لینا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ میرے گھر کو دوسروں کے گھروں پر ناانصافی سے بچایا جائے تو حضرت داؤد (علیہ السلام) نے وہ ارادہ ترک فرما دیا- حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا: کیا اب بھی کوئی بات باقی رہ گئی ہے؟ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: نہیں- راوی کہتے ہیں: پھر حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) مسجد میں آئے، حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے پرنالے کا رخ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب تھا اور بارش کا پانی اس کے ذریعے مسجد میں گرتا تھا -حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے وہ پرنالہ اکھیڑ ڈالا اور کہا کہ یہ پرنالہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مسجد میں نہیں گر سکتا- حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بذات خود یہ پرنالہ اسی مقام پر رکھا تھا اور اے عمر (رضی اللہ عنہ) آپ نے (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا لگایا ہوا پرنالہ) اکھیڑ دیا ہے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اب آپ (رضی اللہ عنہ) اپنے پاؤں میری گردن پر رکھ کر چڑھ جائیے اور یہ پرنالہ جہاں پر تھا وہاں لگا دیجیے- حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا میں نے یہ مکان آپ (رضی اللہ عنہ) کو دیا- آپ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شریف کی توسیع کر لیں تب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کا مکان مسجد میں شامل کر لیا اور آپ

[21] (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(رضی اللہ عنہ) کو اس کے بدلے مقام زوراء پہ ایک وسیع و عریض مکان دیا"۔[22]

اس واقعہ کے بنظر غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کس قدر حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذات بابرکات سے والہانہ محبت و عشق کرتے تھے اوران کے قلوب واذہان میں کس قدر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فرامین مبارکہ کا پاس و لحاظ تھا کہ حضرت عمرفاروق (رضی اللہ عنہ) باوجود امیر المؤمنین ہونے کے جب آپ (رضی اللہ عنہ) کو ایک حدیث مبارک کاحوالہ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اپنا فیصلہ واپس لے لیتے ہیں اور پرنالہ اکھیڑنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تو میرے لجپال آقا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنے دستِ اقدس سے نصب فرمایاتھاتو حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کو اپنے کندھوں پہ سوار کرکے دوبارہ اسی جگہ پہ لگواتے ہیں جہاں تاجدارِ مدینہ، سرور انبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے نصب فرمایا تھا۔

ازواج واولاد:

آپ (رضی اللہ عنہ) کی ازواج میں "حضرت اُم فضل "لُبَابَۃ بِنْتِ الْحَارِث" اور "حُجَیْلَۃُ بِنْتُ جُنْدُب" شامل ہیں۔[23]

بیٹیوں کے علاوہ آپ (رضی اللہ عنہ) کے دس بیٹے تھے جن میں حارث، عبد اللہ، عبید اللہ، عبدالرحمٰن، عون، فضل، قثم، کثیر اور معبد (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔[24]

وصال باکمال نماز جنازہ اور مزار پر انوار:

"علی بن عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے اپنے وصال کے وقت 70 غلام آزاد کیے۔[25]

"آپ (رضی اللہ عنہ) نے مدینہ منورہ میں جمعہ کے روز 88 سال کی عمر میں 12 رجب 32ھ کو وصال مبارک فرمایا۔[26]

"امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے آپ (رضی اللہ عنہ) کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ (رضی اللہ عنہ) کا مزار پر انوار جنت البقیع مدینہ منورہ میں مرجع خلائق ہے۔[27]

حرفِ آخر:

جن خوش نصیب اہل ایمان کے دلوں میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی والہانہ محبت کے جذبات فروغ پا جاتے ہیں ان کے دل احکام خداوندی کی تابعداری کے لیے بے اختیار ہو کر جذبہ روحانی سے معمور ہو جاتے ہیں۔ مقصود ایمان وایقان اور آج کی اشد ضرورت بھی یہی ہے کہ آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے تذکرے عام کرکے ان کی عزت وتکریم کے نقوش قلب پر ثبت کیے جائیں، ان کی تعلیمات اور طریق کو اپنی زندگی میں نمونہ عمل بنائیں تاکہ عصر حاضر کی مادی فکر کو قرون اولیٰ کے روحانی جذبے پر فوقیت کے تصورات دلوں میں جاگزیں ہوں۔ آج جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب کی قیادت میں اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین کے پرچم کے سائے میں اس روحانی وفکری اصلاح کو فروغ دیا جارہاہے جس میں محبتِ اہل بیت وصحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعلیمات دی جارہی ہیں اور اسلاف کی پیروی میں فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تربیت دی جارہی ہے جس سے لاکھوں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مالک پاک ہمارے قلوب واذہان کو معرفتِ الٰہی کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

[22] (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰی، باب بین عمر و العباسؓ)
[23] (تلقیح فھوم اھل الاثر، باب مسطح بن اثاثہ)
[24] (تاریخ ابن کثیر، ذکر عباس بن عبد المطلبؓ)
[25] (تاریخ دمشق، باب: العباس بن عبد المطلبؓ)
[26] (البدایہ والنھایہ، باب ذکر عباس بن عبد المطلبؓ)
[27] (سیر اعلام النبلاء، باب: العباس عم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم))

رسالہ
مخزن المعانی
در تصنیفاتِ سلطانی

حضرت سلطان باھُوکے نظمِ اصطلاحات میں

مقامات، درجات اور اشیاء کی اقسام و درجہ بندی

لئیق احمد

وہ لفظ جو کسی شعبۂ علم میں کچھ خاص اور جداگانہ معانی کے ساتھ مروج ہو یعنی جس کا کوئی خاص معنی کسی علم یا فن وغیرہ کے ماہرین نے مقرر کر لیا ہو تاکہ انہیں سمجھانے کی غرض سے مستعمل ٹھہرایا جائے اسے 'اِصطِلاح' کہا جاتا ہے-

کسی بھی علم کے حصول سے قبل ضروری ہوتا ہے کہ اس علم یا فن کی بنیادی اصطلاحات اور ان کی تعریفات سے آشنائی حاصل کر لی جائے تاکہ اصطلاحات کی رُو معلوم ہونے کے بعد قاری کے مطالعہ اور فہم میں ابہام کی گنجائش باقی نہ رہے- مثلاً اردو ادب میں اخبار کا معنی ”خبریں“ ہے لیکن اصطلاحاً اخبار ان صفحات یا پرچہ کو کہا جاتا ہے جن پر خبریں مندرج ہوں- بعین اسی طرح ماہرینِ علم پہلے سے مروجہ الفاظ کو بطور اصطلاح استعمال کرتے ہیں جو فنی اور تکنیکی بنیادوں پر استوار کی جاتی ہیں -مثال کے طور پر انگریزی زبان کا لفظ ”ماس“ بمعنی ”عوام“ کے استعمال ہوتا ہے لیکن شعبۂ علومِ کیمیاء میں اس کا مطلب ”کسی شے میں مادہ کی تعداد“ اور شعبۂ علومِ حیاتیات میں ”جسم میں بننے والی گانٹھ “ کے ہیں-

زیرِ مطالعہ مقالہ میدانِ تصوف سے تعلق رکھتا ہے اور علمِ تصوف بھی باقی شعبہ ہائے فنون کی طرح اپنے اندر منفرد اصطلاحات سموئے ہوئے ہے جن سے آگاہی اتنی ہی ضروری ہے جتنی دوسرے علوم کے مطالعے سے قبل ان میں مروجہ اصطلاحات سے واقفیت- اولیائے کاملین کا وطیرہ رہا ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں عوام الناس کی رہنمائی کے لئے تصنیفات و تالیفات رقم کیں اور اُن میں مخصوص اصطلاحات کا سہارا بھی لیا-

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان محمد باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے میدانِ تصوف میں 140 تصانیف کا شاہکار پیش فرمایا ہے جن میں سے 31 کتب منظرِ عام پر موجود ہیں- ان میں 2 کتب منظوم اور 29 کتب نثری صورت میں ہیں- جب قاری آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تصنیفات کا عمیق مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہ چیز بخوبی باور ہو جاتی ہے کہ تقریباً ہر تصنیفِ لطیف میں آپ قدس سرہ العزیز نے طالبانِ مولیٰ کو سمجھانے کی غرض سے اصطلاحات کے استعمال کے ساتھ ساتھ ان کی درجہ بندی بھی فرمائی ہے- نہ صرف یہ بلکہ ان اصطلاحات کی اقسام، درجات یہاں تک کہ ان کے مختلف مقامات کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے- جو اس مخصوص موضوع یا مضمون کی تفہیم و تعلیم میں وسعت و کشادگی کا باعث بنتی ہے اور مطلوبہ اصطلاح کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے-

آپ قدس سرہ العزیز نے یوں تو کافی اصطلاحات اور ان کی اقسام، مراتب اور درجات کو بیان فرمایا ہے لیکن سب سے زیادہ جن اصطلاحات کی درجہ بندی فرمائی ہے اُن میں ”علم“، ”فقر“، ”ذکر“، ”فقیر“، ”عارف“، ”مراقبہ“، ”قلب“ وغیرہ شامل ہیں- آپ قدس سرہ العزیز نے اپنی تصانیف مبارکہ میں مختلف مقامات پر ”علم“ کے موضوع کو اقسام، مراتب، درجات، تعریفات وغیرہ کی ترتیب کے پیشِ نظر بہت طوالت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تقریباً ہر جگہ ایک منفرد جہت کو بیان کیا ہے- اسی طرح دیگر اصطلاحات کی درجہ بندی اور اقسام بھی جا بجا ملتی ہیں-

ناچیز نے زیرِ نظر مقالہ میں آپ کی تعلیمات میں بیان ہونے والی تمام اصطلاحات کی اقسام کو جمع کیا ہے جس کیلئے ناچیز

نے صرف ان 28 کتب سے استفادہ کیا ہے جن تصانیف کا ترجمہ فارسی متن کے ساتھ ”سید امیر خان صاحب“ یا ”کے بی نسیم صاحب“ نے کیا ہے۔

فقیر:

1. فقیر چار قسم کے ہوتے ہیں: صاحب بطن، صاحب وطن (جو وطن ابتدا میں تھا وہی وطن انتہا میں ہے) صاحب معنی اور صاحب متن۔ نیز فقیروں کی چار قسمیں یہ بھی ہیں یعنی صاحب حیرت حیران، صاحب جرم گریان، صاحب عشق جان بریان، صاحب شوق ذاکر قلب در وحدت وجد جریان۔[1]
2. فقیر تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو صاحب آیات ہیں جو عالم بھی ہیں اور عامل بھی۔ یہ بھی فقیری کی لڑی میں کامل ہیں۔ دوسرے فقیر صاحب نفی اثبات، چنانچہ انہیں ذکر وفکر سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ تیسرے فقیر فنا فی اللہ ذات ہیں۔ جنہیں لازوال مراتب حاصل ہیں۔[2]
3. فقیر چھ قسم کا ہوتا ہے: اول فقیر توفیقی، دوم فقیر طریقی، سوم فقیر تحقیقی، چہارم فقیر زندیقی، پنجم فقیر تفریقی، ششم فقیر حقیقی۔[3]

فقر:

1. فقر تین قسم کا ہے۔ ایک نشست، دوسرے برخاست، تیسرے تماشا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ فقر الٰہی بھید ہے اور یہ تینوں ہی بمنزلہ قدرت ہیں۔[4]
2. فقر دو قسم کا ہے: ایک یہ کہ اس پر طبقات و مقامات اور کشف و کرامات کا راستہ بند کر دیا جاتا ہے اور دوسرا تجلیات یا ذات وصفات کا راستہ اس پر بلند اور ارفع کر دیا جاتا ہے۔[5]
3. جان لے کہ فقر کئی قسم کا ہے مثلاً فقرِ تحقیقی، فقرِ حقیقی، فقرِ دریائے عمیقی، فقر توفیقی، فقرِ بحق رفیقی، فقر کئی طبقاتِ طریقی اور فقر اہلِ شرب ترک الصلوۃ بے عمل جاہل مخالفِ شرع اہل بدعت زندیقی۔[6]

علم:

1. علم دو قسم کا ہے: ایک علم رحمانی ہے جس کی تعلیم ترک دنیا ہے اسے اہل طاعت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا علم شیطانی ہے جس کی تعلیم حرص و حسد و کبر اور حب دنیا ہے، اسے اہل بدعت حاصل کرتے ہیں۔[7]
2. واضح رہے کہ علم تین قسم کا ہے: 1۔ علم بصری، 2۔ علم دلیلی اور 3۔ علم عقلی۔ علم بصری کے حجاب کو اپنے آپ سے دور کرنا عین ثواب ہے۔[8]
3. علم دو قسم کا ہے۔ ایک تکبر اور نفسانی خواہشات پیدا کرنے والا علم، یہ علم شیطانی ہے۔ دوسرا علم رحمانی ہے جو دل میں رحم پیدا کرتا ہے انسان کو باعمل بناتا ہے اور دین میں استقلال بخشتا ہے۔[9]

عارف:

1. عارف کی چند قسمیں ہیں: عارف شریعت اور ہے، عارف طریقت اور ہے، عارف حقیقت اور ہے۔[10]
2. عارف تین قسم کے ہوتے ہیں: 1۔ عارفِ علم، 2۔ عارفِ طبقات اور 3۔ عارف ذات۔ حدیث: ”جس نے اللہ کو پہچان لیا تو پھر اس کو مخلوق کے ساتھ میل جول میں کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی“۔[11]
3. عارف پانچ قسم کے ہوتے ہیں، عارفِ ازل، عارفِ ابد، عارفِ دنیا، عارفِ عقبیٰ، یہ چاروں عارف خام ہیں کہ اہلِ مراتب و طبقات ہیں۔ پانچواں عارف باللہ ہے جو فقر کے مرتبہ کمال پر فائز ہوتا ہے۔[12]

مراقبہ:

1. مراقبہ کئی قسم کا ہے مثلاً مراقبہ ذکر فکر، مرتبہ حضور مذکور، مراقبہ فنافی الشیخ، مراقبہ فنافی اللہ، مراقبہ فنافی ھو، مراقبہ فنافی فقر، مراقبہ فنافی اسم محمد (ﷺ)، مراقبہ فنافی نفس ننانوے اسمائے باری تعالیٰ، مراقبہ چشم واز، مراقبہ شہباز اور مراقبہ دغاباز۔[13]
2. مراقبے کی دس اقسام ہیں: (1) مراقبہ سفر ازل کی سیر، (2) مراقبہ سفر ابد کی سیر، (3) مراقبہ سیر سفر فی الارض، (4) سفر آسمان کی سیر کا مراقبہ، (5) حضرت محمد (ﷺ)

---

[1] (عین الفقر، ص:339)
[2] (جامع الاسرار، ص:209)
[3] (نورالہدیٰ، ص:35-37)
[4] (جامع الاسرار، ص:101)
[5] (جامع الاسرار، ص:149)
[6] (محک الفقر کلاں، ص:343)
[7] (عین الفقر، ص:167)
[8] (جامع الاسرار، ص:141)
[9] (محک الفقر خورد، ص:71)
[10] (عین العارفین، ص:45)
[11] (محکم الفقراء ص:27)
[12] (محک الفقر کلاں، ص:517)
[13] (عین الفقر، ص:205)

کی مجلس میں مشرف ہونے کے سفر کی سیر کا مراقبہ، (6) ہر انبیاء کی صحبت کا مراقبہ، (7) غالب الاولیاء (یعنی جناب حضرت محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس کا مراقبہ، (8) ہر مومن مسلمان سے مصافحہ اور ملاقات کا مراقبہ، (9) قلب و نفس اور روح کے تماشے کے سفر کی سیر کا مراقبہ یعنی مراقبہ وجودیہ اور (10) مراقبہ وجودیہ، یہ سیر سفر تماشاہی، قلب، نفس و روح توفیق باری تعالیٰ کا مراقبہ ہے۔[14]

دعوت:

1. دعوت کئی قسم کی ہے مثلاً دعوتِ جز، دعوتِ کل، دعوتِ ذکر، دعوتِ فکر، دعوتِ تجلیاتِ نور اللہ، دعوتِ منتہی فقیر ولی اللہ۔[15]
2. دعوت کی چار قسمیں ہیں: (1) دعوت قفل کامل، (2) دعوت کلید تکمل، (3) دعوت توحید اکمل کمال باقرب اللہ وصال لازوال اور (4) دعوت جامع النور غرق فنا فی اللہ روشن ضمیر۔[16]

توجہ:

1. جان لے کہ توجہ تین قسم کی ہے: (1) توجہ مخنث یعنی توجہ دنیا جو حصول دنیا کی خاطر کی جائے، (2) توجہ مؤنث جو حصول عقبیٰ کی خاطر کی جائے اور (3) توجہ مرد مذکر طالب مولا جو طلب مولا کی خاطر کی جائے۔[17]
2. توجہ تین قسم کی ہے: (1) توجہ مخنث جو دنیا کی خاطر طالب دنیا کی توجہ ہے، (2) توجہ مؤنث جو نعمائے عقبیٰ کی خاطر طالب عقبیٰ کی توجہ ہے اور (3) توجہ مرد مذکر جو طالب مولیٰ کی توجہ برائے طلب مولا واعلیٰ واولیٰ ہے۔[18]

ذکر:

1. اقسام ذکر: (1) ذکر نفی، (2) ذکر اثبات، (3) ذکر تصور اسم اللہ ذات، (4) ذاکر نجات، (5) ذکر حیات، (6) ذکر درجات، (7) ذکر خفی، (8) ذکر انا، (9) ذکر یحییٰ، (10) ذکر معرفت، (11) ذکر معروف (12) ذکر مشاہدہ، (13) ذکر قرب، (14) ذکر خون جگر نوش کرنا،

(15) ذکر فضیلت جوش، (16) ذکر وجدانی، (17) ذکر سلطانی، (18) ذکر لامکانی، (19) ذکر قربانی، (20) ذکر نفس فانی، (21) ذکر جہر، (22) ذکر حامل، (23) ذکر سودا، (24) ذکر سویدا، (25) ذکر روشن ضمیر، (26) ذکر بر نفس امیر، (27) ذکر سے قرآن و حدیث اور تفسیر کا علم منکشف ہوتا ہے۔ (28) ذکر لازوال، ذکر وصال اور ذکر نیک خصلت، (29) ذکر سے ماضی، حال اور مستقبل کے حقائق رجعت اور خلل کے بغیر حاصل ہوتے ہیں[19]

2. جان لے کہ ذکر چار ہیں: (1) ذکرِ زبان، (2) ذکرِ قلب، (3) ذکرِ روح اور (4) ذکرِ سِرّ۔[20]

قلب:

1. اسرار العارفین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: "قلب کی تین قسمیں ہیں، قلبِ سلیم، قلبِ منیب اور قلبِ شہید۔ قلبِ سلیم وہ ہے کہ جس میں "اللہ" کے سوا اور کچھ نہ ہو، قلبِ منیب وہ ہے جو ہر وقت طاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور قلبِ شہید وہ ہے جو معرفتِ الٰہی سے معمور ہو۔[21]
2. ایک تو قلبِ قاری ہے اور ایک قلبِ اسرارِ باری ہے۔ صاحبِ قلب کا کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت مطالعۂ قلب میں مشغول رہے کہ قلب معرفتِ احدیت و صمدیت اور صراطِ مستقیم کی کامل محرمیت کا نام ہے۔[22]
3. قلب کی تین قسمیں اور نام ہیں: (1) قلبِ منیب، (2) قلبِ شہید اور (3) قلبِ سلیم۔[23]

دل:

1. دل کی بھی تین قسمیں ہیں: اول یہود و نصاریٰ کا دل، دوسرا مومن کا دل جو عنایتِ علوم اور مقصود پر لگا ہوا ہوتا ہے اور تیسرا منافق کا دل، جو مردود ہوتا ہے۔[24]
2. دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک دل پہاڑ کی مثل ہوتا ہے جو اپنی جگہ سے ہرگز نہیں ہلتا، یہ عاشقوں کا دل ہے۔ دوسرا دل درخت کی مثل ہے جو اپنی جڑ پر ثابت رہتا ہے

---

[14] (نور الہدیٰ خورد، ص:79)
[15] (محک الفقر کلاں، ص:259)
[16] (قرب دیدار، ص:141)
[17] (اسرار القادری، ص:165)
[18] (اسرار القادری، ص:71)
[19] (توفیق الہدایت، ص:89)
[20] (شمس العارفین، ص:81)
[21] (محک الفقر کلاں، ص:233-235)
[22] (محک الفقر کلاں، ص:233)
[23] (کلید التوحید کلاں، ص:535)
[24] (جامع الاسرار، ص:185)

اور تیسرا دل پتوں کی مثل ہے جنہیں ہَوا الٹتی پلٹتی رہتی ہے مگر وہ منتشر نہیں ہوتے۔[25]

مرشد:

1. مرشد دو قسم کا ہوتا ہے: ایک ریاضت نما، دوسرا عاشق صاحبِ عطا، عشق ایک لطیفہ ہے جو غیب سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔[26]
2. مرشد دو قسم کے ہیں: پہلی قسم مردک، دوسری قسم مرد۔ مردک کون ہے؟ اور مرد کسے کہتے ہیں؟ مردک (مرشد) وہ ہے، جو شب و روز مجاہدہ کرائے اور دشمن خدا یعنی نفس اور شیطان سے جنگ کرائے۔ مرد مرشد غازی وہ ہے جو تصور اسم اللہ ذات کی تلوار سے اس دائرہ وجود یہ سے دشمنوں یعنی نفس و شیطان کے سر فوراً جدا کرے اور (اس طرح) اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بے کھٹکے ہو جائے۔ یعنی فنافی اللہ ہو جائے۔[27]

دم:

1. جان لے کہ دم کئی قسم کے ہیں۔ دمِ حیوانی، دمِ انسانی، دمِ روحی، دمِ نفسی، دمِ قلبی، دمِ کافی، دمِ منافق، دمِ کاذب، دمِ فاسق، دمِ مومن، دمِ مسلمان اور اولیاء اللہ کا دم۔ (ان میں سے) ہر ایک دم ہے لیکن ان میں فرق ہے (عام لوگ تو سانس کے اندر باہر آنے کو دم کہتے ہیں) وہ آدمی جو منہ سے آواز نہ نکال سکا یا پھر مردہ لوگوں کا دم کہاں چلا جاتا ہے، یا پھر شور و غل کی آواز کس کو سپرد کی گئی۔[28]
2. دم بھی چار قسم کا ہوتا ہے: اول دمِ کفار جو طلبِ دنیا میں بے قرار ہوتا ہے۔ دوم: منافق کا دم جو عداوت کی طلب میں سرگرم ہوتا ہے۔ سوم: مومن کا دم، جو طلبِ موت میں ہوتا ہے اور نفس و خلق سے فرار اختیار کرتا ہے۔ چہارم: طالب العلم کا دم، جو عقبیٰ کو طے کرنے اور اپنے نفس کے عیوب کی شناخت میں مشغول ہوتا ہے۔ خلق کی رجوعات، جو محض گرانباری ہے اور بخیل کا دم بمنزلہ ہوا ہے اور ہوا میں آخر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔[29]

نفس:

1. نفس دو قسم کا ہے جس طرح کہ آدمی کا وجود دو قسم کا ہوتا ہے یعنی وجود لطیف اور وجود کثیف۔ وجود کثیف ان لوگوں کا ہے جن کا نفس امارہ یا لوامہ یا ملہمہ ہے۔ امارہ راہزن شیطان کا نام ہے اس کا تابع لوامہ ہے اور لوامہ کا تابع ملہمہ ہے۔ ان تینوں کا ایک دوسرے سے اتفاق ہے۔ وجود لطیف ان لوگوں کا ہے جن کا نفس مطمئنہ ہے۔[30]
2. آدمی کے وجود میں جو نفسانیت ہے، اس کی تین قسمیں ہیں۔ چنانچہ جس کسی کا نفس کافر ہے، اس کی خصلت کافروں اور اہلِ زنار کی سی ہے، وہ دنیا اور کافروں ہی سے اخلاص رکھتا ہے۔ یہ نفس امارہ راہزن ہے اور جس کے نفس میں منافقت کی خو ہے، اس کا اخلاص منافقوں سے ہے۔ اس کا نفس لوامہ ہے اور جس کے نفس میں اہلِ دنیا جیسی خو ہو، وہ بہت بڑا ظالم ہے۔ اسے نفسِ ملہمہ کہتے ہیں اور جس کے نفس کی دوستی علمِ شریعت، عالم، عامل، فقرائے کامل، اہلِ ترس اور خدا پرست کے ساتھ ہو اور ذکرِ الٰہی میں غرق و استغراق کے ساتھ مست رہتا ہو۔ ادائے حقِ عبودیت اور ربوبیت میں کامل ہو، اس نفس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔[31]

سلک سلوک:

1. جان لے کہ سلک سلوکِ معرفتِ الٰہی تین قسم کا ہے، ایک کلمہ طیب "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے ذکر کا سلک سلوک ہے خواہ وہ ذکر خفیہ ہو یا جہر ہو، دوسرا سلک سلوکِ مذکور ہے مثلاً تلاوتِ قرآن مجید، ورد وظائف، نوافل اور نماز روزہ وغیرہ، تیسرا وہ انتہائی سلک سلوک ہے جو طالب اللہ کو ایک ہی دم میں مجلس محمدی (ﷺ) میں پہنچا کر وحدانیتِ خداوندی میں غرق کر دیتا ہے۔[32]
2. جان لے کہ فقر کا سلک سلوک دو قسم کا ہے۔ ایک مجاہدہ ریاضت، خلوت، چلہ کشی، نوافل، صوم صلوٰۃ کی پابندی، جس سے 12 سال کی مدت میں وجود کی پاکیزگی حاصل

---

[25] (عین الفقر، ص:267)
[26] (عین الفقر، ص:267)
[27] (توفیق الہدایت، ص:125)
[28] (فضل اللقاء، ص:31)
[29] (جامع الاسرار، ص:187)
[30] (عین الفقر، ص:129)
[31] (محبت الاسرار، ص:77-79)
[32] (محک الفقر کلاں، ص:71)

ہوتی ہے، یہ شریعت کا مقام ہے، جو زبانی تسبیح خوانی اور زمین و آسمان کی سیر سے تعلق رکھتا ہے۔[33]

سالک:

1. سالک دو قسم کے ہوتے ہیں: 1سالک مجذوب، 2-سالک محبوب۔[34]

کشف:

1. کشف بھی دس قسم کا ہے، کشفِ زمینی، کشفِ آسمانی، کشفِ نفسانی، کشفِ شیطانی، کشفِ حیرانی، کشفِ روحانی، کشفِ مراتب مطلق فانی، کشفِ خاص الخاص رحمانی، کشفِ قلوب اور کشفِ قبور۔ منتہی کامل کشف غرق مع اللہ حضوری کا ہے۔[35]
2. کشف بھی چار قسم کا ہوتا ہے، ایک کشفِ قلبی ہے جس کا تعلق قلب سے ہے اس لیے دعا مانگی جاتی ہے: الٰہی میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ دوسرا کشفِ روحانی ہے جس کا تعلق غرق و فنا سے ہے یعنی 'مرنے سے پہلے مر جاؤ' تیسرا کشفِ نفسانی ہے جو ذائقہ و ہوا سے تعلق رکھتا ہے یعنی وہ کثرت ریاضت اور اَنا پرستی سے متعلق ہے اور چوتھا کشفِ شیطانی ہے جو معصیت و طمع اور ترقی عزت و جاہ سے تعلق رکھتا ہے۔ خبردار! عقل سے کام لے۔ اگر تو آئے تو دروازہ کھلا ہے، نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔[36]

الہام:

1. جان لے کہ الہام کی کئی قسمیں ہیں مثلاً خدا کی طرف سے الہام، پیغمبروں کی طرف سے الہام، ارواح انبیاء و اولیاء کی طرف سے الہام، ذکر فکر اور صفائی دل سے پیدا ہونے والا الہام۔ اسی طرح الہام نفس، الہام روح، الہام سر (جو ذکر خفیہ کے ذریعے مقام اسرار سے ہوتا ہے)، الہام شیطان، الہام جنونیت جن و دیو اور الہام ملائکہ وغیرہ۔[37]
2. الہام بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں لیکن اصلی الہام وہ ہے جو شہ رگ سے قریب تر ہو اور ہر خبر و ہر حقیقت کی پوری شرح و تفصیل مہیا کرتا ہو۔ ایک الہام شیطانی و انسانی ہوتا ہے جس سے مطلب دنیا حاصل ہوتے ہیں۔ وہ استدراج ہے اور خام و ناتمام ہے کہ اُس کا تعلق جنّات سے ہے۔ ایک الہام روحانی ہے جو صفائے قلب اور روحانی جسم سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک الہام سرِّ نہانی ہے اور ایک الہام قدرتِ سبحانی ہے۔ یہ خاص الخاص الہام ہے۔[38]

قادری طریقہ:

1. ''یاد رہے کہ قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے، ایک قادری زاہدی طریقہ ہے جس میں طالب عوام کی نگاہ میں صاحبِ مجاہدہ و صاحبِ ریاضت ہوتا ہے جو ذکرِ جہر سے دل پر ضربیں لگاتا ہے، غور و فکر سے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، ورد و وظائف میں مشغول رہتا ہے، رات قیام میں گزارتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے لیکن باطن کے مشاہدہ سے بے خبر صاحبِ حال و صاحبِ قال بنا رہتا ہے۔ دوسرا قادری سروری طریقہ ہے جس میں طالب قرب و وصال اور مشاہدۂ دیدار سے مشرف ہو کر شوریدہ حال رہتا ہے اور ایک ہی نظر سے طالب اللہ کو معیتِ حق تعالیٰ میں پہنچا دیتا ہے''۔[39]
2. قادری طریقہ دو قسم کا ہے: (1) سروری قادری (2) زاہدی قادری۔[40]

حجاب:

1. حجابات دو قسم کے ہیں: (1) حجاباتِ عام (2) حجاباتِ خاص۔ ان میں سے حجاباتِ عام تین ہیں: (1) نفس (2) دنیا (3) شیطان۔ حجاباتِ خاص بھی تین ہیں: (1) طاعت (2) ثواب (3) درجات۔[41]
2. حجابات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، حجاباتِ ظاہری اور حجاباتِ باطنی۔ حجاباتِ ظاہری کی ابتدا اخذِ علم ہے اور انتہا ترکِ علم ہے حجاباتِ باطنی کی ابتدا اہتمام ذکر ہے اور انتہا ترکِ ذکر ہے۔ محض علم و ذکر کرکے زار پر آدمی محرم دل عارف باللہ نہیں بن سکتا۔[42]

مقام:

1. پس مقامات تین ہیں: (1) مقام خوف نفس، جو شخص مقام خوفِ نفس میں داخل ہو جاتا ہے وہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور پڑھتا ہے ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا'' (ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا)۔ (2) مقام رجا،

[33] (دیدار بخش خورد، ص:25-27)
[34] (عین الفقر، ص:37)
[35] (محک الفقر کلاں، ص:437)
[36] (محک الفقر کلاں، ص: 583-585)
[37] (محک الفقر کلاں، ص:581)
[38] (محک الفقر کلاں، ص:451)
[39] (محک الفقر کلاں، ص:361)
[40] (کلید التوحید کلاں، ص:217)
[41] (کلید التوحید کلاں، ص:275)
[42] (کلید التوحید کلاں، ص:275)

جب کوئی مقامِ رجا میں آجاتا ہے تو طاعت و بندگی کی طرف رجوع کرلیتا ہے جس سے اُس کی روح کو حلاوت نصیب ہوتی ہے کہ مقامِ رجا روزِ ازل ہی سے روح کا مقام ہے- (3) مقامِ قلب یہ مقامِ نفس و روح کے درمیان ہے- جب کوئی اس طرف متوجہ ہو کر مقام قلب میں غرق ہو جاتا ہے تو اُس کا قالب قلب میں ڈھل جاتا ہے، اُس کے ہفت اندام لباسِ نور میں ملبوس ہو جاتے ہیں-[43]

قفل:

1. آدمی کے وجود میں سات قسم کے قفل ہوتے ہیں: چنانچہ قفل زبان، قفل قلب، قفل روح، قفل سر، قفل خفی قفل یخفی اور قفل توفیق الٰہی- انہیں اسرار الانوار ہدایت کہتے ہیں- اسی طرح سات قفل سات طبقات زمین کے ہیں اور سات قفل سات آسمانوں کے ہیں- ان کے علاوہ قفل عرش، قفل لوح، قفل قلم، قفل لوح محفوظ اور قفل کرسی بھی ہیں- نیز قفل مقام ازل، قفل مقام ابد، قفل مقام دنیا، قفل مقام عقبیٰ، قفل مقام معرفت و توحید و نیز قفل مقام تجرید، قفل مقام تفرید، قفل مقام ناسوت، قفل مقام ملکوت، قفل مقام جبروت، قفل مقام لاھوت، قفل مقام لا مکان الا اللہ اور قفل دوام مشرف حضوری مجلس محمد (ﷺ) ہیں- جان لے کہ یہ جملہ اکتالیس قفل اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حائل حجابات و پردے ہیں- مرشد کامل وہ ہے جو کلید اسم اللہ ذات یا کلید نص و حدیث یا کلید بناوے اسمائے باری تعالیٰ یا کلید کلمہ طیبات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سے کسی ایک چابی کو مذکورہ بالا جس قفل میں بھی ڈالے تو اسے ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر کھول کر دکھا دے- مرد مرشد کامل صاحب نظر ناظر وہ ہے جو ایک ہی نظر میں طالبان مولیٰ کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور کرادے اور مجلس محمدی (ﷺ) کی حضوری سے مشرف کر کے لایحتاج کر دے-[44]

مراتب:

1. یاد رہے کہ مراتب دو قسم کے ہیں: ایک حاضرات اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں- دوسرے ورد و ظائف رسم رسوم سے حاصل ہوتے ہیں- پس معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ تصور اسم اللہ ذات توحید کا ہے جس کی ابتداء و انتہا معرفت توحید فنا فی اللہ باخدا ہے؛ یہ فقرائے عارف باللہ کو نصیب ہوتا ہے- دوسرا مرتبہ وہ ہے کہ جس کی ابتداء و انتہا حرص وہوس سے عبارت ہے، اس کی پہچان اسی طرح ہوتی ہے کہ اس مرتبے پر بندہ رات دن لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوگوں کے احوال نیک و بد سے باخبر رہتا ہے- یہ درویشوں کا مرتبہ ہے-[45]
2. مراتب دو قسم کے ہیں: (1) مراتب باطل مردار اور (2) مراتب حق برحق دیدار-[46]

غوث و قطب:

1. غوث و قطب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک غوث و قطب وہ ہیں جنہیں ریاضت کے ذریعے مراتب طبقات حاصل ہو جاتے ہیں- دوسرے غوث و قطب وہ ہیں کہ جن پر اسرار ذات کھل جاتے ہیں- انہیں یہ مراتب تصور اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں-[47]

ہدایت:

1. ہدایت سات قسم کی ہے: چار قسم کی ہدایت کا مجموعہ علم و عمل و فیض و تقویٰ میں ہے اور تین قسم کی ہدایت کا مجموعہ باطن میں نفس کی شناخت، ہوائے نفس سے خلاصی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان میں ہے-[48]

عالم:

1. عالم کئی قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو علم تفسیر کے علم ہوتے ہیں- ایک وہ جو محض علم میں مشہور ہوتے ہیں- ایک وہ جو رات دن علم دعوت کا مطالعہ کرتے ہیں اور ورد و وظائف و ذکر فکر مذکور میں مشغول رہتے ہیں- ایک وہ جو علم دنیا کے عالم ہوتے ہیں، ان کے دماغ میں طلب دنیا کی ہوا بھری رہتی ہے اور وہ معرفت خدا سے محروم ہو کر کبر و غرور میں مبتلا رہتے ہیں- ایک وہ جو علم فنا فی اللہ نور و علم

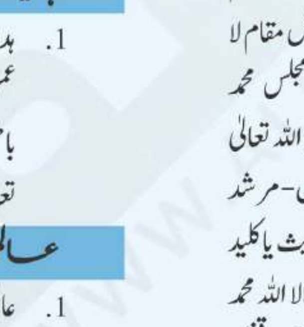

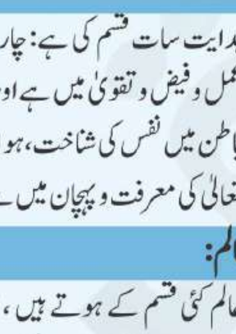

[43](شمس العارفین، ص:79-81)
[44](اسرار القادری، ص:53)
[45](اسرار القادری، ص:55)
[46](امیر الکونین، ص:273)
[47](محک الفقر کلاں، ص:373)
[48](اسرار القادری، ص:123)

دیدار کے عالم ہوتے ہیں اور ایک وہ جو علم حضوریٔ مجلس محمدی (ﷺ) کے عالم ہوتے ہیں- فقر کی بنیاد علم فقہ ہے اور علم فقہ کے عالم فقیہہ دو قسم کے ہوتے ہیں- ایک فقیہہ وہ ہیں جو مسائل فقہ کی تاثیر سے اپنے نفس کو فنا کر لیتے ہیں- ایسے عالم فقیہہ عارف باللہ صاحب تقویٰ و اہل توفیق دیدار ہوتے ہیں جو دنیا مردار سے بے راز ہوتے ہیں- دوسرے فقیہہ وہ ہیں جن کے نفس فربہ ہوتے ہیں اور وہ خود پسندی میں گرفتار کبر وہوا وریا کے قیدی ہوتے ہیں[49]

2. محض علم ظاہر پڑھنے والا عالم خسارے میں رہتا ہے- تین علوم کے اندر تین عالم ہوتے ہیں: عالم نفس، عالم قلب و عالم روح-[50]

تقویٰ:

1. تقویٰ بھی دو قسم کا ہوتا ہے- چنانچہ ایک تقویٰ ظاہری ہے اور دوسرا تقویٰ باطنی ہے- پس تقویٰ ظاہری تو یہ ہے کہ خلقت کو دکھانے اور چرچے کیلئے اور نام و ناموس اور شہرت کیلئے ریاضت کی جائے اور باطنی یہ کے سوزش سے دل کباب ہو اور آتش ذکر سے جان کباب ہو، خلقت کے نزدیک عاجز اور خراب احوال، لیکن خلقت کے نزدیک بحر حضور حق میں غرق بے حجاب ہو-[51]

غرق:

1. غرق کی چند قسمیں ہیں مثلاً نور اسم غرق جثہ روحانی چنانچہ غرق از خود نسیانی، غرقِ روحانی، غرقِ قلبی فی امان اللہ امانی، غرقِ سلطانی، غرقِ قربانی، غرقِ فی ربانی، غرقِ لاھوت لا مکانی، غرقِ عین العیانی، غرقِ نورِ ایمانی، اور وہ غرق کہ جس میں کوئی حجاب وپردۂ ظلمانی باقی نہیں رہتا-[52]

استغراق:

1. قرب اللہ حضوری کا استغراق تین قسم کا ہے، استغراقِ وصال قرب اللہ حضوری کا ابتدائی مرتبہ یہ ہے کہ ایک ہی حبس، ایک ہی مراقبہ اور ایک ہی دن کے استغراق میں 40 سال کا عرصہ بیت جاتا ہے- متوسط استغراق وصال یہ ہے کہ صاحبِ استغراق لب بستہ خاموش ہو کر قیل و قال سے رک جاتا ہے اور انتہائی استغراق یہ ہے کہ صاحب استغراق غرق فنافی اللہ بقا اللہ ہو کر ربوبیتِ نور ’’اللہ‘‘ کا مشاہدہ کرتا ہے اور عین بعین اُس بے مثل وبے مثال ذات کا جمال لازوال دیکھتا ہے- مردِ مرشد وہ ہے جو طالب اللہ پر ابتدا وانتہا ایک کر دے تاکہ وہ مولیٰ کے سوا نفس و شیطان کو نہ جانے- اللہ بس ماسوی اللہ ہوس- جان لے کہ آدمی کو ظاہری ریاضتوں اور چِلّوں سے عزت و کرامت شرف و آدب اور شہرتِ نام وناموس حاصل ہوتی ہے جس سے نفس تو خوش ہوتا ہے لیکن روح عاجز و خوار ہو جاتی ہے-[53]

قبر:

1. قبریں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں اور اُن میں روحانیوں کے مراتبِ نام وخطاب بھی اُن کے مراتب و مناصب واحوال کے مطابق ہوتے ہیں-[54]

عقل:

1. عقل دو قسم کی ہے: ایک عقل کل لازوال اور دوسری عقل جز موجب احوال- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: حیوان اور انسان میں کوئی فرق نہیں سوائے علم کے[55]

کیمیا:

1. کیمیا دو قسم کی ہے: ایک کیمیائے ہنر ہے اور دوسری کیمیائے اسم اللہ ذات ہے جو سونے چاندی سے بہتر ہے، اسے اپنے عمل و تصرف میں لانا فرض عین وضروری ہے[56]

حضوری:

1. جان لے کہ حضوری بھی دو قسم کی ہے- ایک حضوری تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے- یہ قرب اللہ وصال کی لازوال حضوری ہے- دوسری تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر محض بدنی اعمال کے ذکر فکر و مراقبے سے حاصل ہوتی ہے-[57]

تصور:

1. تصور کی تیس اقسام ہیں: تصور کی پہلی قسم کا نام غواصی ہے- تصور کی دوسری قسم کا نام غیاثی ہے- تصور کی تیسری قسم کا نام غوثی ہے- تصور کی چوتھی قسم کا نام قطبی ہے- تصور کی پانچویں قسم کا نام اخلاصی ہے- تصور کی چھٹی قسم کا

[49] (امیر الکونین، ص:277)
[50] (امیر الکونین، ص:371)
[51] (مفتاح العارفین، ص:121)
[52] (امیر الکونین، ص:133-135)
[53] (محک الفقر کلاں، ص:337-339)
[54] (امیر الکونین، ص:259)
[55] (امیر الکونین، ص:83)
[56] (امیر الکونین، ص:183)
[57] (امیر الکونین، ص:73)

نام حیاتی ہے- تصور کی ساتویں قسم کا نام مماتی ہے- تصور کی آٹھویں قسم کا نام توحیدی ہے- تصور کی نویں قسم کا نام تفریدی ہے- تصور کی دسویں قسم کا نام تجریدی ہے- تصور کی گیارہویں قسم کا نام دعوتی ہے- تصور کی بارہویں قسم کا نام توفیقی ہے- تصور کی تیرہویں قسم کا نام حقیقی ہے- تصور کی چودھویں قسم کا نام طریقی ہے- تصور کی پندرھویں قسم کا نام جامع الجمعیت ہے- تصور کی سولھویں قسم کا نام کلید ہے- تصور کی سترھویں قسم کا نام فکر ہے- تصور کی اٹھارویں قسم کا نام فنائے نفس ہے- تصور کی انیسویں قسم کا نام کُل ہے- تصور کی بیسویں قسم کا نام زائد ہے- تصور کی اکیسیوں قسم کا نام قلبی ہے- تصور کی بائیسویں قسم کا نام روحی ہے- تصور کی تئیسویں قسم کا نام سری ہے- تصور کی چوبیسویں قسم کا نام بقاءالبقاء ہے- تصور کی پچیسویں قسم کا نام فناءالفناء ہے- تصور کی چھبیسویں قسم کا نام فضلی ہے- تصور کی ستائیسویں قسم کا نام فیضی ہے- تصور کی اٹھائیسویں قسم کا نام ذاتی ہے- تصور کی انتیسویں قسم کا نام صفاتی ہے- (تیسویں لکھی ہوئی نہیں ہے)[58]

سوال:

1. سوال چار قسم کے ہوتے ہیں یعنی سوال نفس، سوال قلب، سوال روح اور سوال سرّ- یہی وجہ ہے کہ فقیر پہلے مرتبۂ غنایت حاصل کر کے فقرِ اختیاری قبول کرتا ہے-[59]

باطن:

1. یادرکھیے کہ باطن دو قسم کا ہوتا ہے: باطن کی ایک صورت وہم وخیال کی ہے جو صاحب وہم وخیال کے پیش نظر رہتی ہے، وہ اُس سے جواب باصواب پاتا ہے اور احمق طالب اُسے باطن کی صحیح حضوری سمجھتا ہے اور وہ معلوم نہیں کر سکتا کہ یہ راہزن و زوال پذیر صورتِ وہم ہے- باطن کی دوسری صورت اُس وہم کی ہے جس سے وہ بے حجاب قرب اللہ حضوری کے جواب باصواب پاتا ہے اور جب بھی وہ مجلس محمدی (ﷺ) کی حضوری کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسے قرب اللہ وصال کی عنایات نصیب ہوتی ہیں-[60]

جمعیت:

1. جمعیت تین قسم کی ہے: جمعیت نفس، جمعیت قلب و جمعیت روح- روح کی جمعیت مشاہدۂ معراج کی لذت سے ہے، قلب کی جمعیت قرب خدا کی لذت سے ہے اور نفس کی جمعیت ہوائے شہوت کی لذت سے ہے-[61]

انوار:

1. انوار کئی قسم کے ہیں- بعض تجلیٔ انوار میں کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور سرّھو، ھوالحق لیس فی الدّارین الا ھو کی آواز آتی ہے اور تجلیٔ نار میں شرک و کفر اور معرفتِ پرودگار سے محروم بت پرست اہلِ زنار کافروں کی بہت سی صورتیں نظر آتی ہیں-[62]

حاضرات:

1. حاضرات کئی طرح کے ہیں چنانچہ حاضرات ذات، حاضرات صفات، حاضرات حیات، حاضرات ممات، حاضرات نفسانی، جنات و موکلات جسمانی، حاضرات دافع شیطانی، حاضرات مشاہدات طبقات قاب قوسین، جس میں دونوں علوم کی حکمت پوشیدہ ہے اور حاضرات نفس و قلب و روح و سر-[63]

حاجی:

1. جان لے کہ حاجی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کعبۂ جان و دل کے حاجی اور دوسرے کعبۂ آب و گل کے حاجی- کعبۂ آب و گل کو ابراہیم خلیل نے بنایا ہے اور کعبۂ جان و دل کو ربِّ جلیل نے بنایا ہے-[64]

مجاہد:

1. واضح رہے کہ مجاہد دو قسم کے ہوتے ہیں- ایک ظاہری دوسرے باطنی- ظاہر اہل ولایت کو نفس سے جہاد ہوتا ہے- صاحب معرفت معارف باللہ ہدایت کیلئے ہے، صاحب ہدایت کو نیند نہیں ہے اور نیند غفلت کا نام ہے- (پس) ان کو غفلت نہیں ہوتی- ان کا کھانا مجاہدہ اور ان کا سونا مشاہدہ ہے-[65]

شکم:

1. شکم دو قسم کا ہوتا ہے- صاحب حضور اللہ والوں کا شکم نور سے پر ہوتا ہے اور اہل حرص وہوا کا آگ سے اور اہل نور

[58] (قربِ دیدار، ص:99-101)
[59] (امیر الکونین، ص:493)
[60] (امیر الکونین، ص:491)
[61] (امیر الکونین، ص:373)
[62] (امیر الکونین، ص:295-297)
[63] (عقل بیدار، ص:339)
[64] (محک الفقر کلاں:151)
[65] (جامع الاسرار، ص:139)

اور اہل نار کے درمیان فرق ہے- چنانچہ طالب المولیٰ نور ہے اور طالب دنیا نار-[66]

لوگ / افراد:

1. لوگ چار قسم کے ہیں: اول قسم: فقرا جن کا نفس مطمئنہ اور باطن صاف ہوتا ہے- ذکر خداوندی میں ہم جلیس ہوتے ہیں- دوسری قسم: علماء جو وارث انبیاء اور اہل حدیث ہیں- تیسری قسم: اہل دنیا جو چوں بے چگون سے بے خبر ہیں؛ ایسے لوگ اہل خبیث ہیں- چوتھی قسم: جاہل، بدخصال، خود پرست اہل ابلیس ہوتے ہیں-[67]

صاحبِ لفظ:

1. واضح رہے کہ صاحب لفظ بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: اول صاحب لفظ دنیا جیسے فرعون کہ اس نے دریائے نیل میں جو پہلے خشک تھا، پانی جاری کیا، جو ابدال آباد تک جاری رہے گا- ایسے لوگ صاحب استدراج ہوتے ہیں- دوسرے صاحب لفظ عقبیٰ جیسے صاحب اطاعت- تیسرے صاحب لفظ طالب المولیٰ جو مولا اور اس کے ذکر کے بغیر زبان نہیں کھولتے اور مولا کے سوا ان کے دل میں کوئی خیال نہیں آتا اور صاحب کمال وہ شخص ہے، جس میں تینوں ایک ہو جائیں اور شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو-[68]

ریاضت:

1. ریاضت کی دو اقسام ہیں: ایک نفس کی فنا کیلیے دوم نام و ناموس اور رجوعات کیلیے جس میں نفسانی خواہشات اور حال کی مستی حسن و عشق کی قیل و قال- سرود و سماع، دیوانگی، سر اور پاؤں ننگے رہنا، داڑھی کٹوانا آہیں بھرنا اور کپڑوں کو پھاڑنا، شراب پینا، نماز کا ترک کرنا ہوتا ہے یہ تمام علامات خام مرشد اور ناتمام ادھورے طالب کی ہیں[69]

درویش:

1. نقل ہے کہ درویش پانچ قسم کے ہوتے ہیں: (1) صاحبِ کشف القلوب جو ہر دل کی خبر رکھتے ہیں، (2) صاحبِ کشف القبور جو دونوں جہاں کی خبر رکھتے ہیں، (3) اوتاد، (4) قطب جو ہر سات زمین وسات آسمان کی خبر رکھتے ہیں اور (5) غوث جو عرش اور عرش سے بالا ستر ہزار حجابات کی خبر رکھتے ہیں-[70]

تجلی:

1. شرح فتح الابواب تجلیات و تحقیقات: تمام تجلیات 14 ہیں- ہر ایک تجلّی کے آثار، تاثیر اور وجود پہچانے جاتے ہیں- چنانچہ اعضاء جوارح، (1) تجلّی اسم اللہ، (2) تجلّی اسم محمدؐ (ﷺ)، (3) تجلّی اسم ھُو، (4) تجلّی اسم فقیر، (5) تجلّی قلب، (6) تجلّی روح، (7) تجلّی ذکر جس سے نُور کا شعلہ دماغ اور سر میں پیدا ہوتا ہے اور ظاہری آنکھوں میں ہوتا ہے؛ اس کو سرّی تجلّی کہتے ہیں، (8) تجلّی نفس جو شیطان کی موافقت کے سبب طالب کے وجود سے راہزنی کی تجلّی پیدا ہوتی ہے، (9) تجلّی شیطان جو شرک سے پیدا ہوتی ہے، (10) تجلّی شمس جس سے رجوعات خلق پیدا ہوتی ہے، (11) تجلّی قمر جس کے قرب سے قمر جلالیّت پیدا ہوتی ہے، (12) تجلّی جن جس سے جمعیت میں دیوانگی پیدا ہوتی ہے، (13) تجلّی ملائک جس بیقراری، ترک توکّل و عبادت و تنہائی پیدا ہوتی ہے اور (14) تجلّی شیخ و مُرشد کامل جس سے جمیّعت، جمال، شوق، اشتیاق، مستی حال اور قرب وصال لازوال پیدا ہوتے ہیں-[71]

یقین:

1. یقین کی تین اقسام ہیں اور تین مقام ہیں جب ہی تینوں یکجا ہو جاتے ہیں تو یقین کامل ہو جاتا ہے؛ اور وہ تین اقسام یہ ہیں: (1) علم الیقین (2) عین الیقین (3) حق الیقین-[72]

راہِ معرفتِ الٰہی:

1. راہِ معرفتِ الٰہی بھی تین قسم میں منقسم ہے: اول: ابتدائی علم الیقین، دوم: متوسط عین الیقین اور سوم: انتہائے حق الیقین-[73]

ولی:

1. ولیوں کی تین قسمیں ہیں: 1- ولی دُنیا ظلّ اللہ، 2- ولی عقبیٰ زاہد عابد اور 3- اہل اللہ- اہل اللہ وہ ہے جو ظلِّ اللہ کی تمام

---

[66] (جامع الاسرار، ص:145)
[67] (جامع الاسرار، ص:137)
[68] (جامع الاسرار، ص:175)
[69] (نور الہدیٰ، ص:21-23)
[70] (شمس العارفین، ص:95-93)
[71] (نور الہدیٰ خورد، ص:89-91)
[72] (کلید التوحید کلاں، ص:555)
[73] (مفتاح العارفین، ص:45)

اقسام سے تسکین دیتا ہے، کیونکہ ظل اللہ کی جمعیت خلق خدا کو آرام پہنچاتی ہے۔[74]

انسان:

1. انسان تین قسم کے ہیں: 1-اہل حجاب مجوب، محض حیوانِ ناطق، 2-اہل جذب مجذوب، احمق مجنون اور 3-اہل محبت محبوب انسان جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا مرتبہ ہے۔[75]

مشاہدہ:

1. مشاہدہ 15 قسم کا ہے: 14 قسم کا مشاہدہ ناسوت کے چودہ طبقات کا مشاہدہ ہے اور پندرھویں قسم کا مشاہدہ دونوں جہان سے بالاتر لاہوت لامکان کا مشاہدہ ہے-لاہوت عین ذات کا مقام ہے جہاں پر فقط توحید باری تعالیٰ ہے-ہر ایک مقام کی شرح الگ الگ ہے- چنانچہ تسبیح زبان و نفس و قلب و روح و چاند و سورج و جن و فرشتے و شیطان و آگ و ہوا و پانی و مٹی و صورت شیخ کی مشاہدہ کی یہ 14 اقسام ناسوتی ہیں جبکہ پندرہویں قسم کا مشاہدہ مقام فنافی اللہ بقاباللہ ذات کا مشاہدہ ہے جو سراسر توحید ہے- یہاں پر فقر کی تکمیل ہو جاتی ہے اور فرمایا گیا ہے ”جب فقر کامل ہوتا ہے تو پھر اللہ ہی اللہ ہوتا ہے“-[76]

سوال:

1. جان لے کہ سوال دو قسم کا ہے (1) طلب حرام کا سوال؛ یہ سوال حرام ہے-اس کیلئے حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا فرمان ہے: ”سوال کرنا حرام ہے“-مطالبات شیطانی کیلئے سوال، ہوائے نفسانی کے لئے سوال، کھانے پینے خط دنیا فانی کے لیے سوال اور اس سے ملتے جلتے دیگر تمام سوال حرام ہیں-(2) طلب حلال کا سوال؛ یہ سوال حلال ہے جو سوال محبت الٰہی کی طلب میں اللہ تعالیٰ سے کیا جائے مطلق حلال ہے اگر یہ سوال حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر گز نہ فرماتا: ”سوالی کو مت جھڑکو“ فقیر کا سوال بھی ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ حلال ہے-[77]

عشق:

1. عشق کی دو قسمیں ہیں ایک محمود (قابل تعریف) اور دوسرا یہود کا عشق- محمود عشق ربانی ہے-اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ (ﷺ) کی محبت- عشق یہود شیطانی ہے اور اس کی بنیاد زنا اور غنا ہے-جو بنیاد کو اکھاڑ دیتے ہیں اسی طرح حسن پرستی اور فسوق و فجور ہے-[78]

نماز:

1. واضح رہے کہ نماز دو قسم کی ہوتی ہے-ایک مردہ دلوں کی جو خطرات و رسم و رسوم سے ادا کی جاتی ہے، دوسری اہلِ دل کی جو حضوری قلب سے ادا کی جاتی ہے اور جس کا جواب باثواب ملتا ہے- چنانچہ حدیث میں آتا ہے: ”نماز مومنوں کیلئے معراج ہے“-وہ (اللہ تعالیٰ) زندہ اور سب کو تھامنے والا ہے-[79]

شوق:

1. شوق دو قسم کا ہے-شوق حق، جس سے روح جناب نبی اکرم (ﷺ) اور بندگی تک پہنچ جاتی ہے دوسرے شوق باطل جس سے نفس بر سر بے حیا اور شرمندہ ہوتا ہے-[80]

خاموشی:

1. خاموشی کی چار قسمیں ہیں: خاموشی کی پہلی قسم یہ ہے کہ متکبر اور ظالم اہل دنیا کے دکھلاوے کی خاموشی جو بوجہ تکبر غریب اور مظلوم سے ہم کلام نہیں ہوتا-خاموشی کی دوسری قسم یہ ہے کہ اہل دکان اور بے باطن مشائخ کی خاموشی جو وہ اپنی عیب پوشی کیلئے از روئے مکر و فریب اختیار کرتے ہیں-خاموشی کی تیسری قسم یہ ہے کہ قلبی ذکر مومن کی خاموشی، کیونکہ وہ مراقبہ، ذکر اور فکر کے ذریعے اپنے دل (کے لوتھڑے) کو کدورتوں اور ریا سے صاف کرتا ہے-خاموشی کی چوتھی قسم یہ ہے کہ عین العیان صاحب تصور کی خاموشی، کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کے ساتھ معرفتِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے-[81]

---

[74](عین العارفین، ص:93)

[75](عین الفقر، ص:327)

[76](عین الفقر، ص:97)

[77](عین الفقر، ص:293)

[78](محک الفقر خورد، ص:123)

[79](فضل اللقاء، ص:69)

[80](فضل اللقاء، ص:103)

[81](قرب دیدار، ص:91)

لذت:

1. اے جان عزیز! جاننا چاہئے کہ جہان میں چار لذتیں ہیں جن سے نفس کو توحظ حاصل ہوتا ہے- لیکن معرفت اور وصال کے لئے بمنزلہ حجاب کے ہیں- اوّل: نفس کا ذائقہ کی خاطر بڑے ذوق و شوق سے مختلف انواع و اقسام کے کھانے کھانا، دوم: عورت کی ہمبستری سے لذت اٹھانا کیونکہ شہوت نفس پر سوار ہوتی ہے- سوم: حکمرانی کی لذت، جو خلقت کیلیے وبال جان ہے- چہارم: علم کے دائمی مطالعہ سے لذت کا حاصل ہونا جو لذت کمال ہے- یہ چاروں لذتیں نفس کو جان کے برابر عزیز اور لذیذ ہیں- لیکن جب پانچویں لذت معرفت الٰہی لقائے نور و ذات اور اسم اللہ ذات کے تصور کی لذت آتی ہے تو پہلی چاروں لذتیں بھول جاتی ہیں- ان چاروں لذتوں سے نفس ایسا بیزار متنفر ہو جاتا ہے جیسے بیمار کھانے سے-[82]

نقش:

1. (نقش چار قسم کے ہیں) وہ نقش یہ ہے، تصور طریق، تصور رفیق، تصور تحقیق اور تصور دریائے عمیق-[83]

شیطان:

1. شیطان دو قسم کے ہیں: ایک جن شیطان جو (عام) مشہور ہیں اور دوسرے نفسانی شیطان، کہ جیسے جاہل شیخ-[84]

وصال:

1. وصال دو قسم کا ہے- ایک تجلیٔ الہام ہے اور دوسرا تجلیٔ وصال میں کامل استغراق ہے جو مرشد طالبوں کو ان مراتب تک نہیں پہنچاتا اور انہیں غوث و قطب پر غالب نہیں کرتا وہ ناقص و ناتمام ہے- کامل قادری شیر شہسوار کی مثل ہے بلکہ شیر بھی اس کے سامنے شرمندہ حال ہے لومڑی و گیدڑ اور کتے کی کیا مجال کہ شیر کے سامنے دم مارے-[85]

طالب:

1. طالب دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک حضرت موسیٰ کلیم اللہ (علیہ السلام) کی طرح علمِ ظاہر کا نمائندہ ہوتا ہے جو کلیم اللہ تو ہوتا ہے مگر اُس کی نظر گناہ پر رہتی ہے- دوسرا خضر (علیہ السلام) کی طرح علمِ باطن کا نمائندہ ہوتا ہے جس کی نگاہ باطن کی صحیح راہ پر ہوتی ہے-[86]

عدل:

1. عدل بھی دو قسم کا ہے: ایک عادل ظاہر ہے جو علم شریعت کے مطابق قاضی اور بادشاہ کی گردن پر لازم ہے اس کے متعلق حضور نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے: ”گھڑی بھر کا عدل دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے“- دوسرا عدل باطن ہے جو تفکر محاسبہ نفس ہے یہ عدل اہل اللہ کی گردن پر لازم ہے اس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ”گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے“-[87]

موت:

1. موت تین قسم کی ہے: (1) دنیاوی موت، (2) اخروی موت اور (3) مولا کیلیے موت- جو شخص دنیا کی محبت کے لئے مر گیا، بس وہ منافق مرا- جو آخرت کی محبت میں مرا، بس وہ زاہد ہو کر مرا اور جو مولا کی محبت میں مرا، بس وہ عارف ہو کر مرا-[88]

نظر:

1. نظر کی سات قسمیں ہیں- ہر ایک کو تاثیر وجود یہ سے معلوم کرنا چاہیے- (1) نظر اللہ، (2) نظر محمد (ﷺ)، (3) نظر اصحاب ہدایت اللہ، (4) نظر فقیر ولی اللہ، (5) نظر نفس، (6) نظر دنیا اور (7) نظر شیطان مگر نظر مولیٰ سب سے اعلیٰ ہے-[89]

جذب:

1. جذب بھی دو قسم کا ہے: ایک جذب جمالی اور دوسرا جذب جلالی-[90]

شرک:

1. شرک کی چار اقسام ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا، (2) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

---

[82] (قربِ دیدار، ص:82)
[83] (کشف الاسرار، ص:27)
[84] (کشف الاسرار، ص:37)
[85] (کلید التوحید خورد، ص:26)
[86] (محک الفقر کلاں، ص:433-435)
[87] (مجالسۃ النبی خورد، ص:27)
[88] (محک الفقر خورد، ص:48)
[89] (محک الفقر خورد، ص:27)
[90] (محک الفقر خورد، ص:55)

اور کی نذر ماننا،(3) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بوقت ذبح نام پکارنا اور (4) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا-[91]

آگ:

1. بے شک بنی آدم کے جسم میں 9 قسم کی آگ ہے: 1- شہوت کی آگ، 2- حرص و طمع کی آگ، 3- نظر کی آگ، 4- غفلت کی آگ، 5- جہالت کی آگ، 6- پیٹ کی آگ، 7- زبان کی آگ، 8- گناہ کی آگ اور 9- فرج (شرمگاہ) کی آگ، (آگ بجھانے کے اسباب) شہوت کی آگ روزہ ہی سے بجھتی ہے- حرص و طمع کی آگ موت یاد کرنے سے دور ہوتی ہے، نظر کی آگ دل کے ذکر سے دفع ہوتی ہے، غفلت کی آگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فرو ہوتی ہے، جہالت کی آگ علم کی باتیں سننے سے دور ہوتی ہے، پیٹ کی آگ بجھانے کیلیے حلال کی روزی کھانا ضروری ہے، زبان کی آگ کے دفعیہ کیلئے قرآن کی تلاوت کرنا چاہیے، گناہ اور معصیت کی آگ بجھانے کیلئے استغفار کرنا لازمی ہے اور شرمگاہ کی آگ حلال نکاح کرنے سے ہی دور ہوتی ہے-[92]

خواب:

1. جان لے کہ خواب اور اہلِ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: (1) ظالم جاہل مردہ دل اہلِ دنیا کے خواب محض خیال ہی ہوتے ہیں کہ ظلمت و گمراہی کی وجہ سے اُن کے دل سیاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت سے دور ہو جاتے ہیں-(2) علمائے تفسیر و احادیث کے خواب قال و اعمال احوال و کمال علم کے خواب ہوتے ہیں-(3) اگر کوئی کسی خوب صورت نوجوان کو سفید لباس میں دیکھتا ہے تو وہ ابھی ابتدائی درجے میں ہے اگر کسی روحانی مجلس میں لباس اور دوبال دیکھتا ہے تو وہ متوسط درجے میں ہے اور اگر وہ نورانی مجلس میں سفید ریش اور سرخ لباس کو دیکھتا ہے تو وہ منتہی درجے میں ہے-[93]

گوشت:

1. دنیا میں گوشت چار قسم کے ہیں، اس لئے گوشت خوری لذتیں بھی چار ہیں، چناچہ فرمایا گیا ہے-ایک گوشت، گوشت کے ساتھ ہوتا ہے، ایک گوشت، گوشت کے اندر ہوتا ہے، ایک گوشت، گوشت کے اوپر ہوتا ہے اور ایک گوشت گوشت کھاتا ہے-[94]

قسمت:

1. قسمت بھی چار قسم کی ہے- فقراء کی قسمت یہ ہے کہ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں اُس سے ان کے وجود میں معرفتِ الٰہی کا نور پیدا ہوتا ہے، اِن کا رزق توکل کی راہ سے آتا ہے- توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس ذریعے سے بھی رزق پہنچاتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں[95]

فرض:

1. جان لے کہ فرض دو قسم کا ہے، ایک فرضِ وقتی اور دوسرا فرضِ دائمی- فرضِ وقتی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ ہے اور فرضِ دائمی ذکر اللہ و مشاہدہِ معرفتِ الٰہی ہے- فرضِ دائمی کو غالب رکھ اور فرضِ وقتی کی نگہبانی کر اور اُس کی ادائیگی کیلئے ایک وقت سے دوسرے وقت تک انتظار کر-[96]

شاعر:

1. شعراء کی بھی دو اقسام ہیں: ایک وہ شاعر ہیں جو غیر ماسویٰ اللہ سے ہٹ کر محض واحد ذاتِ حق تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کے بغیر زبان نہیں کھولتے- ایسے شعراء ذاتِ حق سے واقف ہوتے ہیں-اُن صاحبِ ہدایت شعراء کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: بے شک عرشِ الٰہی کے نیچے ایک خزانہ ہے جس کی چابی شعراء کی زبان ہے[97]

تفکر:

1. تفکر بھی تین قسم کا ہے- مبتدی عالمِ عام کا تفکر سال بھر کی عبادت کے برابر ہے، متوسط عالمِ خاص کا تفکر ستر سال کی عبادت کے برابر ہے اور منتہی عالمِ خاص الخاص صاحبِ

---

[91](محک الفقر خورد، ص:63-65)
[92](محک الفقر خورد، ص:117)
[93](محک الفقر کلاں، ص:387-389)
[94](محک الفقر کلاں، ص:315)
[95](محک الفقر کلاں، ص:355)
[96](محک الفقر کلاں، ص:29)
[97](محک الفقر کلاں، ص:195)

مشاہدۂ وصال کا تفکر جہان بھر کے تمام جنوں اور انسانوں کی مجموعی عبادت سے بڑھ کر ہے-[98]

جسم:

1. جسم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جسم ہے جو طاعت شعار ہو کر اشتغال اللہ (تصور اسم اللہ ذات) میں محو رہتا ہے اور نہایت ہی شوق سے لاالہ الا اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے یہ جسم سراسر نور ہے-دوسرا جسم وہ ہے جو مردہ دل ہو کر حرصِ دنیا اور بسیار خوری میں مبتلا رہتا ہے یہ جسم سراسر نار (آگ) ہے نور جنت ہے اور نار جہنم-[99]

توبہ:

1. توبہ بھی تین قسم کی ہے اور اُس کے آثار و نشان بھی تین ہیں جو آدمی جہالت سے توبہ کرتا ہے اور اخلاص سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اُس پر یکبارگی ابتدا سے انتہا تک سارا علم کھل جاتا ہے-جو عالم علم پر عمل کرتا ہے وہ ذکر فکر سے عبادتِ ربانی میں غرق ہو کر دنیا و اہلِ دنیا کی رغبت سے تائب ہو جاتا ہے اور اُس پر یک دم معرفتِ الٰہی واضح ہو جاتی ہے بلکہ اُسے مجلسِ محمدی (ﷺ) کی دائمی حضوری بھی نصیب ہو جاتی ہے اور وہ صاحبِ نظر ناظر بھی بن جاتا ہے-جو آدمی پورے اخلاص اور تصدیقِ دل کے ساتھ فسق و فجور اور راہزنی سے توبہ کر لے اور نیت و توجہ سے تھوڑی سی مٹی اُٹھالے تو مٹی اُس کے ہاتھ میں سونا بن جائے گی-ایسی ہی توبہ مقبول ہوتی ہے اور اِس سے صاحبِ توبہ لایحتاج ہو جاتا ہے-ارے بھائی! یہ ساری برکت لقمۂ حلال کی ہے-[100]

قُم:

1. قُم بھی دو قسم کا ہے ایک قُم "بِاِذْنِ اللهِ" ہے جس میں فقر تمام ہے اور دوسرا "قُم بِاِذْنِي" ہے جو ناقص و خام و کفر تمام ہے، اس مقام سے خبردار رہو کہ اس مقام پر منصور نے "انا الحق" کہا حالانکہ وہ تمامیتِ فقر تک نہ پہنچ سکے اور اُنہیں سولی پر چڑھا دیا گیا-دانا بن اور یاد رکھ کہ چار جواہر کو وجود کے اندر جمع کر دیا گیا اور کل و جز کے تمام دفاتر کی جمع بندی بھی صدق و عدل کے ساتھ خطرات سے پاک دل میں کر دی گئی ہے-ابتدائے جمعیت علم ہے اور تمامیتِ علم کے بیس جزو ہیں-متوسط جمعیت حلم ہے جو صرف ایک جز ہے-جب علم کے بیس جز حلم کے ایک جزو میں آجاتے ہیں تو حلم کا تعلق حلیم سے قائم ہو جاتا ہے اور حلیم نام ہے اللہ کا-[101]

آدمی:

1. ہاں! آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں-ایک صاحبِ الفاظ اور دوسرے صاحبِ راز-[102]

بھوک:

1. بھوک بھی تین قسم کی ہوتی ہے، ایک طلبِ مولیٰ کی بھوک ہے جس سے دل میں محبت و مؤدت اور مشاہدۂ ربوبیت پیدا ہوتا ہے-دوسری طلبِ عقبیٰ کی بھوک ہے جس کی خاطر دونوں جہان پریشان ہیں-پس تُو طلبِ مولیٰ اختیار کر تاکہ تجھے اذنِ کن عطا ہو-جب تو کنہ کن تک پہنچ گیا تو تُو لایحتاج ہو جائے گا-جان لے کہ عارفانِ باللہ کے سامنے ہر رات خواب یا مراقبہ میں دنیا و عقبیٰ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ پیش ہوتی ہیں لیکن یہ صفاکیش فقرا دنیا کے سر پر جوتے مارتے ہیں اور عقبیٰ کی طرف دیکھتے ہی نہیں کہ یہ لوگ دیدارِ الٰہی کے مشتاق ہیں-[103]

چلہ:

1. چلہ کی تین اقسام ہیں: اول چلہ زنانہ کہ ایک ہی روزہ سے بارہ سال گزار دے اور بعد ازاں افطار کرے-چلہ مردانہ یہ ہے کہ ہر روز ایک پوری گائے کا گوشت بغیر دیگچی، ہڈیوں اور کھال اور چالیس سیر گھی اور چالیس سیر آٹا روزانہ پکائے اور تمام کھائے-بارہ سال تک اسی طرح کرتا رہے، لیکن بول و براز اس کے وجود سے باہر نہ نکلے-[104]

مجذوب:

1. مجذوب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں-ایک سالک مجذوب، دوسرے مجذوب سالک یہ دونوں ہی خام اور نامکمل ہیں-[105]

توفیق:

1. توفیق بھی چار قسم کی ہے: (1) توفیق علم کہ جس کا تعلق انسانی شعور سے ہے، (2) توفیقِ تصورِ اسم اللہ ذات جو اہلِ حضور اولیاء اللہ کا نصیبہ ہے، (3) توفیقِ تصدیقِ دل جو ذکرِ قلبی سے حاصل ہونے والے مشاہدۂ انوارِ توحید اور شرفِ

[98] (نورالہدیٰ، ص:415)
[99] (محک الفقر کلاں، ص:193)
[100] (محک الفقر کلاں، ص:459)
[101] (محک الفقر کلاں، ص:419)
[102] (محک الفقر کلاں، ص:639)
[103] (محک الفقر کلاں، ص:553)
[104] (محکم الفقراء، ص:81)
[105] (مفتاح العارفین، ص:49)

دیدارِ پروردگار سے نصیب ہوتی ہے اور جس سے باطن آباد رہتا ہے-(4)وہ توفیق کہ جس سے بذریعہ تصور نفس فنا ہو جاتا ہے اور بذریعہ تصرف روح بقا حاصل کر لیتی ہے اور طالب عارف باللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو جاتا ہے-[106]

غنایت:

1. غنایت پانچ قسم کی ہے-اُس شخص کو مطلق غنی کہتے ہیں جسے پانچ قسم کی غنایت اور پانچ قسم کے خزانوں پر تصرف حاصل ہو اور وہ انہیں اپنے عمل میں رکھتا ہو اور اُن سے ہر قسم کی نعمت و دولت حاصل کرتا رہتا ہو- ایسے شخص کو دونوں جہان کی زندگی حاصل ہوتی ہے-وہ کبھی نہیں مرتا کہ اُس نے خود کو خدا کے سپرد کرر کھا ہوتا ہے-[107]

قاضی:

1. قاضی دو قسم کے ہوتے ہیں-ایک قاضیٔ ظاہر اور ایک قاضیٔ باطن- آدمی کے وجود میں نفس و روح اپنے باہمی معاملات میں مدعی اور مدعی علیہ کی مانند ہوتے ہیں- ان دونوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والا توفیق الٰہی سے صفات القلب کا حامل حق شناس قاضی ہوتا ہے-[108]

گداگر:

1. گداگر دو طرح کے ہوتے ہیں،ایک تو وہ ہیں کہ جنہوں نے شہوت و ہوا کو مار رکھا ہے اور وہ مقربِ رحمٰن ہو چکے ہیں- یہ لوگ اتنے عظیم الشان مرتبے کے مالک ہیں کہ جس کی شرح بیان نہیں کی جاسکتی- اس قسم کے فقیروں کو فقرِ محمدی (ﷺ) حاصل ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فخر ہے- یہ لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہم مجلس، ہم دم اور ہم قدم ہوتے ہیں- یہ نہ تو کسی سے آرام کا سوال کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے روپے پیسے کی امید رکھتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس فقر کی نورانیت کا سرمایہ ہوتا ہے- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے: ”فقر میرا فخر ہے اور فقر کا نور مجھ سے ہے“- ایسے فقیر راہِ خدا کے مشکل کشا راہنما ہوتے ہیں- دوسری قسم کے گداگر فقیر مطلق مردود ہیں، سر اور داڑھی منڈواتے ہیں، وہ بے حیا ہیں اور معرفتِ خدا سے محروم ہیں، اِسے فقرِ مکب (منہ کے بل گرانے والا فقر) کہتے ہیں کیونکہ ایسے فقیر شرع محمدی (ﷺ) اور قدمِ محمدی (ﷺ) کو اختیار نہیں کرتے-[109]

رزق:

1. رزق دو قسم کا ہے: ایک رزقِ مملوک ہے اور دوسرا رزقِ مرزوق- زیادہ مال و زر جمع کرنا جمعیتِ نفس اور اعتبارِ خلق کی خاطر ہوتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک غنایت پہلے ہے اور ہدایت بعد میں لیکن تو سب سے پہلے دل کو سلیم بنا کر تسلیم و رضا اختیار کر تاکہ تجھے کنہ کن سے قربِ الٰہی کے مراتب حاصل ہوں-[110]

حرفِ آخر:

درج بالا تمام اصطلاحات کی درجہ بندی اور ان کی اقسام کو بیان کرنے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ منہجِ سلطان باھُو قدس سرہ العزیز سے تعلق رکھنے والے تمام احباب کے مطالعہ میں آپ قدس سرہ العزیز کی تعلیمات میں سے ایک منفرد پہلو کو واضح کیا جائے جس سے قارئین مستفید و مستفیض ہو سکیں- جبکہ آپ قدس سرہ العزیز کی علمی بصیرت اور زبانِ ادب میں آپؒ کی خدمات کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکے کہ میدانِ تصوف میں آپ سالک کی رہنمائی کیلئے کس قدر وسعتِ نظری سے کام لیتے ہیں جو کہ آپؒ کے علم و فہم کی بلندی اور ادراکِ مطالب کا ارتقاع بیان کرتا ہے-

☆☆☆

[106](نورالہدیٰ کلاں، ص:385)

[107](نورالہدیٰ، ص:195)

[108](نورالہدیٰ، ص:169)

[109](نورالہدیٰ، ص:119)

[110](نورالہدیٰ، ص:87)

شمس العارفین

قسط: 14

تصنیف لطیف از:
سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھوؒ

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

پس معلوم ہوا کہ عارف باللہ اُٹھتے بیٹھتے جو کام بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی اجازت سے کرتا ہے- اُس کا دین و دنیا کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا گیا ہے: ”حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا“- اُس کی ہر حالت، ہر بات، ہر عمل اور ہر فعل معرفتِ الٰہی سے لبریز ہوتا ہے کیونکہ اُس کی بنیاد تصورِ اسمِ اللہ ذات پر قائم ہوتی ہے، اُس کے ہر کام کی بنیاد مطلق وصل پر قائم ہوتی ہے اِس لئے بظاہر اُس کے کام خواہ خلقِ خدا کی نظر میں گناہ کے کام ہی کیوں نہ ہوں خالق کے نزدیک عین ثواب و راستی کے کام ہوتے ہیں جیسا کہ ایک مجلس میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام بظاہر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں، چنانچہ سورۃِ کہف میں درج ہے کہ کشتی کو توڑ کر غرق کر دیا گیا، ٹوٹی پھوٹی دیوار کو درست کر دیا گیا اور بچے کو قتل کر دیا گیا- (اور موسیٰ (علیہ السلام) کے اعتراض پر خضر (علیہ السلام) نے فرمایا کہ) اب مَیں اور آپ ساتھ نہیں چل سکتے- جان لے کہ خلقِ خدا کی کوئی چیز بھی علمِ آیاتِ قرآن سے باہر نہیں خواہ اُس کا تعلق بحر و بر سے ہو یا خشکی و تری سے ہو- جان لے کہ بعض بزرگ بارہ سال یا چالیس سال تک ریاضت کرتے کرتے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے کے قابل ہوگئے، عرش پر پہنچ گئے اور پھر عرش سے بھی آگے ہزاراں ہزار مقامات کی طیر سیر کر گزرے، مقاماتِ غوثیت و قطبیت پر فائز ہوگئے، طالب مرید بنا لئے، صاحبِ عزّو جاہ ہو کر نام و ناموس کما گئے، صاحبِ کشف و کرامات ہو کر جنونیات و موکلات کو اپنے زیرِ فرمان کر لیا اور اِسی کو معرفتِ الٰہی سمجھ بیٹھے- بعض بزرگ ذکرِ قلب میں مشغول ہوئے اور اُس کے نتیجے میں صاحبِ الہام ہوگئے اور لوحِ ضمیر کا مطالعہ کرنے میں کامیاب ہوگئے اور اِسی کو معرفتِ توحید کی انتہا سمجھ بیٹھے- بعض بزرگ ذکرِ روح میں مشغول ہوئے اور دماغِ سر میں انوار و تجلیاتِ روح کے مشاہدہ میں غرق ہوگئے اور اِسی کو معرفتِ توحیدِ الٰہی سمجھ بیٹھے- یہ تمام مراتبِ مخلوق ہیں جن کا تعلق درجات سے ہے اور اہلِ درجات اہلِ تقلید ہیں جو فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بعید اور معرفتِ توحیدِ الٰہی سے بہت دور ہیں- الغرض اِن میں سے نہ تو کسی نے اللہ تعالیٰ کی ابتدا کو دیکھا اور نہ ہی کوئی اُس کی انتہا کو پہنچا- سو معرفت کیا چیز ہے؟ توحید کسے کہتے ہیں اور مشاہدۂ قربِ حضوری کیا چیز ہے؟ سن! سلکِ سلوکِ معرفتِ توحیدِ الٰہی اور مشاہدۂ قربِ حضوری یہ ہے کہ جب طالب اللہ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کا تصور کرتا ہے تو اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات کے ہر ایک حرف سے تجلّیِ نور پیدا ہوتی ہے جو طالب اللہ کو لامکان میں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پہنچا دیتی ہے کہ لامکان ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدِّ نظر رہتا ہے جہاں دریائے وحدانیت میں گوناں گوں قسم کی موجیں ”وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ“ کے نعرے بلند کرتی رہتی ہیں-

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

عاشق عشق ماہی دے کولوں نت پھرن ہمیشاں کھیوے ھُو
جنہاں جیندیاں جان ماہی نوں ڈتی اوہ دوہیں جہانیں جیوے ھُو
شمع چراغ جنہاں دل روشن اوہ کیوں بالن دیوے ھُو
عقل فکر دی پہنچ نہ کائی باھو اوتھے فانی فہم کچیوے ھُو

Aashiq roam absorbed in the ishq of beloved Hoo
Remain alive in both worlds those who presented their soul in life to beloved Hoo
Why should they kindle lamp in whose heart light is bright Hoo
Beyond reach of Intellect and thought Bahoo annihilate intellects flight Hoo

Aashiq ishq mahi day kolo'N nit phiran hmesha'N kheway Hoo
Jinha'N jendia'N jind mahi no'N ditti ohh dohai'N jahanai'N jeway Hoo
Shama chiragh jinha'N dil roshan ohh kiyo'N balan Deway Hoo
Aql fikr di pohanch na kai Bahoo othay fani faham kacheway Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

باھُوؒ! مرشد انِ واصلان عشق سوز ہر ساعتی ہر دم بسوزد شب و روز

”اے باھُوؒ! واصل باللہ مرشد عشق سوز ہوتے ہیں جو ہر وقت، ہر گھڑی اور ہر دم سوزِ عشق میں جلتے رہتے ہیں“-(عین الفقر)

بے قراری و سرمستی ”عشقِ مصطفےٰ (ﷺ)“ کا ہی نتیجہ ہوتی ہے اور جن لوگوں کی رگ وپے میں عشقِ حقیقی سما جاتا ہے وہ اپنے محبوب کے عشق میں ہمیشہ سرمست و سرگرداں رہتے ہیں جیسا کہ حضور سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”بے قراری غضب کی ہے اور عشق پر زور نہیں، عاشق کو مرے بنا تسکین نہیں-جو عاشق جامِ عشق سے مست ہوا اُسے مر کر بھی آرام نہ ملا“-(نور الھدیٰ)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

” فقر کی ابتدا و انتہا مجھ پر ختم ہو چکی ہے اور سوزِ عشق سے میرے وجود میں نفس جل کر راکھ ہو چکا ہے“-(اسرار القادری)

2: ”طالب اللہ پر فرضِ عین ہے کہ وہ دین و دنیا کا کوئی کام بھی مرشد کے حکم و اجازت کے بغیر ہر گز نہ کرے اور اپنا ہر اختیار مرشد کے حوالے کر کے خود بے اختیار ہو جائے“-(نور الھدیٰ)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) طالب اللہ کو نصیحت اور اپنی کیفیت مبارک بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اِس علم کو اپنے دل سے دھو ڈال اور پورے شوق سے اسم اَللّٰہُ ذات کو وِردِ جان بنا لے تاکہ تُو وحدتِ حق کی ندی بن جائے-مَیں اپنی جان محبوب کے حوالے کر چکا ہوں کہ مَیں اُس کے عشق کا پروانہ ہوں، اپنی جان سے بیگانہ ہوں“-(عین الفقر)

3: ”ظاہری جسم کے اندر ایک باطنی جسم پنہاں ہے جو نورِ ذات سے روشن ہے، جو کوئی اُس روشن جسم کی نمو کر لیتا ہے وہ صاحبِ نظر بن کر ہر وقت دیدارِ ذات کی لذت میں غرق رہتا ہے“-مزید ارشاد فرمایا: ” معرفت ایک نور ہے، اسرارِ الٰہی کا نور، اِسی نور ہی سے تو یہ جہان روشن ہے“ -(عقلِ بیدار)

جب اللہ پاک کسی کے دل کو عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) سے روشن فرما دیتا ہے تو وہ اب ظاہری چک و چوند سے بے نیاز ہو جاتا ہے-دل کے چراغ کو روشن کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اسمِ اللہ ذات کی تاثیر سے دل روشن ہوتا ہے اور طالب اللہ کے وجود میں ایسا لامتناہی و لاریب ہدایت بخش علمِ غیب الغیب پیدا ہو جاتا ہے جو فیض و فضل کا نعم البدل اور عطائے الٰہی ہوتا ہے“-(کلید التوحید کلاں)

جس خوش نصیب کے دل میں یہ چراغ روشن ہو جائے اس کو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) یوں نصیحت فرماتے ہیں:

”جان لے کہ شوق و محبتِ الٰہی ایک روشن چراغ ہے اور رجوعاتِ خلق اور کشف و کرامات آندھی ہے- جس نے محبتِ الٰہی کے اِس چراغ کو خانۂ شریعت میں محفوظ نہ رکھا تو یہ بجھ جائے گا، آندھی اِسے بجھا دے گی اور اِس کی روشنی برباد ہو جائے گی“-(نور الھدیٰ)

4: ”حضوریٔ حق سے مشرف کرنے والا علمِ وصال اور چیز ہے اور عقل و شعور کو جِلا بخشنے والا علم اور چیز ہے“ -(عقلِ بیدار)

مزید ارشاد فرمایا:

”معیتِ ذاتِ حق کا یہی وہ دائمی اِستغراق ہے جو عارفانِ حق تعالیٰ کا مقصودِ کلی ہے بلکہ اِس مقام پر تو توجہّ و تفکر و دلیل و عقل و وہم و خیال و مراقبہ اور ظاہری علم وغیرہ تمام حجابات ہیں“-(محک الفقر کلاں)

”فقر قدرتِ ربانی کا ایک راز ہے جس کی شرح کا دفتر دل ہے نہ کہ دفاترِ کتب- جہاں فقر ہے وہاں علم ہے نہ دانش و مطالعہ ہے نہ عقل و شعور ہے نہ وہم و خیال ہے اور نہ ذکر مذکور ہے-وہاں نورٌ علیٰ نور ہے جہاں پر طالب بشوق مسرور ہے-اِس مقام پر ابتدا و انتہا ایک ہے-اِس مقام پر فرحتِ روح اور صفائے قلب ہے“-(عقلِ بیدار)

www.youtube.com/AlfaqrTv
www.alfaqr.tv
YouTube
CHANNEL
صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب
کی رمضان المبارک میں
قرآن کریم پر خصوصی لیکچر سیریز
قرآن مجید کے پہلے پارے کا خلاصہ
34:58
قرآن مجید کے دوسرے پارے کا خلاصہ
41:22
قرآن مجید کے تیسرے پارے کا خلاصہ
55:40
قرآن مجید کے چوتھے پارے کا خلاصہ
45:30
قرآن مجید کے پانچویں پارے کا خلاصہ
43:37
قرآن مجید کے چھٹے پارے کا خلاصہ
32:44
قرآن مجید کے ساتویں پارے کا خلاصہ
55:08
قرآن مجید کے آٹھویں پارے کا خلاصہ
1:04:00
قرآن مجید کے نویں پارے کا خلاصہ
56:36
علمی، فکری اور تربیتی خطابات کی ویڈیوز دیکھنے کیلئے
الفقر ٹی وی ویب سائیٹ اور یوٹیوب چینل وزٹ کریں